

UNIVERSAL
LIBRARY

OU_224308

UNIVERSAL
LIBRARY

سلسلہ ثانی بیسویں جلد
فنانہ لندن

ترجمہ مشہور آف لندن
 ۱۹۱۹ء
 طبع و بیع: ایم رینالڈس



پیشکش
 لالہ ادریس
 تیرتھ رام فیروز پوری
 مایا رستہ روڈ فوٹ لکھا۔ لاہور

دوبالتن

یاد رکھنے اور ان عمل کرنے سے آپ اپنی رتی تکلیف و تشویش سے بچد
اول۔ امرت دھارا تقریباً اُن کل امراض کا جو عام طور پر گھروں میں ہوتی ہیں
 یا عورتوں کو بلکہ بال بریشی کو بہت ہی کمی علاج ہے اور ہنحال کرنے والوں سے

۲۲ ہزار

کی یہ رائے ہے کہ امرت دھارا ہر وقت اپنے پاس رکھنی چاہیے۔ امرت دھارا کی مشہوری دیکھا
 چر قلعیں شروع کر دی ہیں وہ سخت امراض میں دھوکا دیتی ہیں۔ ہمیشہ اصل کو خرید کر پاس
 مفصل حالات کیواسطے رسالہ امرت مفت منگوائیں۔

قیمت دو روپے آٹھ آنے (۱۸) نمونہ صرف آٹھ آنے (۸)
دوم۔ امرت دھارا کے موجد کوئی دفعہ تید بھوشن پنڈت ٹھاکر دت شرما وید
 اخبار وال کے ایڈیٹر اترتین وجن کے قریب مفید عام کتب کے مصنف ہیں اور
 زیر نگہانی شمالی ہندستان کا سب سے بڑا اوشدھالیہ جس کی ہمارت پر ۲ لاکھ روپیہ
 ہے چل رہا ہے۔ امرت دھارا کے علاوہ ۴ سو کے قریب دیگر ادویات تیار رہتی ہیں۔ آپ
 کا نہایت غور سے علاج کرتے ہیں۔ جہاں جس درد آتی کی ضرورت ہو بھیجی جاتی ہے
 خفیہ امراض مردمان و زنان کے بھی خاص علاج ہیں اور ہر لڑکا ان خط و کتابت کا
 علاج کا کارہیہ سے نئی قوت حاصل کر چکے ہیں۔ نمونہ طبی اخبارات و پیش ہکارک وید امرت
 کتب۔ فہرست ادویات کا رخا نہ اور سالہ امراض مخصوصہ مردمان ایک آنے کا ٹکٹ برسہ مع
 پر مفت بھیجے جاتے ہیں ۶

۱۲ لکھ بیکر کا رخا نہ امرت دھارا اوشدھالیہ امرت
 بلڈنگس امرت دھارا شرک امرت دھارا ڈاک خانہ نمبر ۱۰

سیویں جلد

سلسلہ ثانی

فسانہ لندن

فشتی تیرتھ رام صاحب فیروز پوری
ایڈیٹر

رسالہ ترجمان لاہور

۱۹۲۰ء

لال برادیس

پار بستن روڈ۔ نو لکھا۔ لاہور۔

جارج شیم پریس لاہور میں باہتمام لال ایشور داس پرنٹرز

فہرست مطالب

صفحہ	مضمون	باب
۲۱۵۹	مسنزاد شیر میدان گل میں - عشق کا پہلا سبق	باب ۱۶۰
۲۱۷۵	جیک ریلی ڈاکٹر -	باب ۱۶۱
۲۱۹۲	عشق کا دوسرا سبق -	باب ۱۶۲
۲۲۰۱	ملاپ -	باب ۱۶۳
۲۲۱۲	خوفناک رات -	باب ۱۶۴
۲۲۲۵	بھوتوں والا مکان - پہلا نثارہ -	باب ۱۶۵

سلسلہ ثانی

فسانہ لندن

میسویں حصہ

باب ۱۰ مسٹر ڈیوڈ میڈن عمل میں عشق کا پہلا سبق

ادھر مسٹر ڈیوڈ بھی اس کام سے غافل نہ رہی جو اس کے سپرد کیا گیا تھا۔
لارڈ ولیم کا خط لیکر وہ ایک کرایہ کی گاڑی پر سوار ہوا اس مکان کی طرف ہوئی جو کسی زمانہ میں ڈانٹر کا بیچ
کے نام سے موسوم تھا۔ اور اس گلی میں جاوڑی جس کے ایک جانب بارغ کے گود بنی ہوئے تھے۔ مسٹر ڈیوڈ
مضبوط باد تھی۔

ابھی تک اس نے اپنے دل سے اس بات کا فیصلہ نہیں کیا تھا کہ میرا لڑکھلایا کیا ہونا چاہیے۔ وہ
کام کی دشواریوں کو خوب سمجھتی تھی۔ اور چونکہ وہ کوئی خاص تجربہ مزرب کرنے سے قاصر تھی۔ اس لئے اس نے
سبق قبل کو واقعات کی رفتار پر چھوڑنا ہی بہتر سمجھا۔

اپنے دل میں اس نے سوچا کہ شہر ورن نے ضرور اپنی بیٹی کو اجنبی لوگوں کی ملاقات سے منع کر دیا ہوگا
میں نے جن کے سلوک کو دیکھ کر وہ کچھ عجیب تھی کہ وہ اپنے گھر میں میری موجودگی کو شک و شبہ کی نظر سے دیکھتا تھا
میں جو قصص میں نے اس کے ہر پردہ بیان کیا اس نے اسے قابل تعجب نہیں سمجھا تھا۔ ان حالات میں اس
نے اپنے اس نتیجے پر پہنچا تھا کہ اس کا بیٹا میرے خلاف خبردار کر دیا ہوگا۔ اور اسے اس بات کی ضرورت

ہدایت کی گئی ہوگی کہ وہ مجھ سے نہ لے۔ اس کے لئے یہ سوچا بھی ہر طرح قرن قیاس تھا کہ مجھے شاید اس کی نظروں میں ایک ضرر رساں ہستی ظاہر کیا گیا ہو۔ اور تو کروں کہ ہدایت کر دی گئی ہو کہ مجھے ان کے قریب نہ آنے دیں۔

یہ سب خیالات یکے بعد دیگرے مندرجہ بالا کے دل میں پیدا ہوئے۔ اور ظاہر ہے کہ ایسے حالات میں وہ عیارہ تو کیا کوئی بھی شخص اس بارہ میں خاص رائے قائم نہ کر سکتا تھا۔ کہ میرا ہر عمل کیا ہونا چاہیے۔

ان ایک بات رہ رہ کر اس کے سینہ میں ایسا پیدا کر رہی تھی۔ اور وہ یہ کہ صبح کے وقت مطلع چونکہ صاف تھا۔ اور آفتاب کی زارانی شعاعیں نظرت کے چہرہ کو روشن بنا رہی تھیں۔ اس لئے انکس بہت نہیں تو اپنے باغ میں سیر کرنے ضرور بھیجے گی۔ اس کی یہ امید ہو جو بھی ثابت نہیں ہوئی۔ کیونکہ وہ باغ کے گرد جتنی ہوئی اونچی باڑ کے قریب پہنچی ہی تھی کہ سمجھتی ہے وہ حسینہ صبح کا لباس پہنے کتاب ہاتھ میں لے آہستہ آہستہ باغ کی ایک روش پر مشغول رہی ہے۔

اس وقت جب اس مجوزہ نے باڑ کے ساتھ اُگی ہوئی جھاڑیوں کے اندر سے اس کی صورت دیکھی تو وہ اسے کس درجہ حسین نظر آئی! اس کی ہر ایک حرکت میں شان بفسری تھی۔ اور اس کی صورت پر انصاف کے آثار نمودار۔ انداز سے شرافت اور نجابت برتنی تھی۔ اور مجموعی طور پر اس کے گرد مصویت کا ایک ایسا ماحول حلقہ زن تھا کہ وہ کوئی فوق القوت ہستی معلوم ہوتی تھی جس سے کسی طرح کے جذبات منہلی کو منسوب کرنا غیر ممکن سمجھا جاسکتا ہے۔ اور طلب انسانی نہایت پاک اور مقدس شاعرانہ جذبات سے اس کی پریش کر کے کوا مادہ ہو سکتا ہے۔

اس کی نگاہیں کتاب پر لگی ہوئی تھیں جو نازک اور سپید ہاتھ میں تھی۔ اور چونکہ وہ کتاب کا مطالعہ پوری توجہ سے کر رہی تھی۔ اس لئے اس کے چھوٹے چھوٹے پاؤں بڑی ہی آہستگی سے باغ کی روش پر چل رہے تھے۔ سر پر تنکوں کی ٹوپی جسے اس نے بظاہر جلد ہی میں رکھ لیا تھا۔ کیونکہ اس کے سپید فیتوں کو شوشی کے نیچے باندھنے کی بجائے تنافل سے کتہ حصوں پر ڈال لیا گیا تھا۔ اور اس کے پرناغ کی طرح سیاہ بالوں کی انیس شانوں پر لہراتی ہوئی سینہ تک پھیلی تھیں۔

سوچ کی گزریں اس دلفریب حسینہ کے بالوں کو بوسہ دے کہ ان کی سیاہی میں نور کی چمک پیر کر رہی تھیں۔ نمکری ہوئی دھوپ میں اس کے لباس کی سپیدی باغ میں آگے بڑھ کر دھندل

اور حیا ڈیوں کی سبزی کے مقابلہ میں چھچھوڑ پیا کرتی تھی۔

حسینہ کو بارغ میں دیکھ کر سترائیم بہت خوش ہوئی۔ قصہ صااس لئے کہ اس نے دیکھا وہ ہانڈ کے اس طرف آ رہی ہے جہاں یہ خود چھپی کھڑی تھی۔

اسے بے خبری میں سترائیم کے قریب پہنچنے تک کئی منٹ لگ گئے۔ کیونکہ نہ صرف وہ بڑی آہستگی سے چل رہی تھی۔ بلکہ ایک دو بار کسی نہایت دلچسپ فقرہ پر ہنچکر وہ اسے غور سے پڑھنے کے لئے رک بھی گئی۔ وہ سکاٹ کے مشہور ناول ”ایو ہنٹو“ کا مطالعہ کر رہی تھی۔ اور اس کے پیش نظر وہ حصہ تھا۔ جس میں براٹھن ڈوباے ٹکیرٹ اور ایو ہنٹو کے دلفسڈ کے مقابلہ کا ذکر ہے۔

پچھلیک وہ کسی کے منہ سے اپنا نام نہ گونجی۔ اس نے ہشت زدہ ہو کر ارد گرد دیکھا مگر کوئی شخص نظر نہ آیا۔

”س ورن۔۔۔ پیاری س ورن“ پھر وہی آواز سنائی دی۔ اور اب وہ ہانڈ کے قریب تر سنائی دے رہی تھی ”ڈور وٹس۔ کوئی دشمن نہیں ہے۔ جو اس طرح تمہیں غائب کر رہا ہے“ دوشیزہ نے اس بڑھیا کی آواز پہچانی۔ جو قریباً ایک ہفتہ پیشتر اس سے ملنے آئی تھی۔ اس نے کوئی جواب نہیں دیا۔ مگر اس شش پر نہیں ہو گئی۔ کہ مجھے کیا کرنا چاہیے۔

”بگیم میری بات سننے سے انکار نہ کیئے۔۔۔ س ورن مجھے ہمارا۔۔۔ ماکا سو قد دینے کے بغیر چلے نہ جائیے“ سترائیم کے کہا۔ اگرچہ وہ حسینہ اب تک ہانڈ کی پتیوں میں سے اس کی صورت نہ دیکھ سکی۔۔۔ میں ایک بہت ضروری خبر لائی ہوں۔ اور یقین جانتے ہیں آپ کو خفیہ ترین ضرورت پہنچے نہیں دیکھ سکتی۔“

”لیکن میں تو والد سے اس بات کا اقرار کیا تھا کہ جو شخص ان سے چھپی لئے بغیر میرے پاس آئے گا۔ میں ہرگز اس سے گفتگو نہیں کروں گی“ س ورن نے آخر کار دھڑکا موٹی تو ڈر کہا: ”اس کے علاوہ“ اس نے کسی قدر تامل کے ساتھ کہا ”مجھے اندیشہ ہے۔ آپ سبھی سبزی چاہنے والی نہیں ہیں۔“

”انٹوس! س ورن! افسوس کہ آپ میری نسبت ایسے شبہات کو دل میں جگہ دیتی ہیں“ سترائیم نے اس انداز سے کہا۔ کوئی جانتے اسے ان لفظوں سے سخت ہی صدمہ پہنچا ہے ”خیال فرمائیے آپ کچھ پہنچانے میں میرا کیا فائدہ؟ اور وہ کو سا دلیہ ہے جس سے میں آپ کو ضرر

پہنچا سکتی ہوں؟

”میں نہیں کر سکتی۔۔۔ مگر اس کے باوجود۔۔۔“

”میری عزیز خاتون آپ کا آل اسب انزل ہے۔ مجھے یقین ہے آپ کو سبزی گزارش سہنے میں اگلا رہنہ ہوگا۔“ عمر سعیدہ عورت نے جلدی سے کہا ”میں انصاف کے نام پر آپ سے اپیل کرتی ہوں کہ مجھے ان شبہات کی صفائی کا موقعہ دیکھئے۔ جو یقیناً آپ کے والد نے سب سے خلاف آپ کے دل میں پیدا کر دیئے ہیں لیکن یہ فرمائیے آپ کے ہاتھ میں کون سی کتاب ہے؟“ سنرا ٹیمر نے اس خیال سے پوچھا کہ غالباً یہ کوئی ناول ہوگا۔ اور اس صورت میں مجھے گفتگو کو حشک کے معنوں کی طرف بدلنے میں زیادہ دشواری نہ ہوگی۔

”میں یہ کتاب ”آیوٹھو“ ہے“ انگنٹس نے جواب دیا ”لیکن معاف کیجئے میں بہت دیر تک یہاں آپ کے پاس نہیں ٹھہر سکتی۔ مجھے آپ کی طرف سے کسی طرح کے شبہ کو دل میں جگہ دینے کا سخت انہوس ہے لیکن والد کا حکم ہے۔۔۔“

”میری عزیز لڑکی“ سنرا ٹیمر نے ایسے انتہائی نرم لہجہ میں کہا کہ انگنٹس واپس ہوتے ہوئے رک گئی۔ ”اصول انصاف کے خلاف دہری ایک ایسا گناہ ہے جس کا ارتکاب والدین کے حکم پر بھی نہ کرنا چاہیئے۔ آپ انگریزی زبان کے ایک بہترین قصہ کا مطالعہ کر رہی ہیں۔ اس نے گفتگو کو اور مزید دیتے ہوئے کہا ”اور یقیناً ہمارا آپ کے دل سے اس بے اثر محبت کے لئے سرواہیں نکلی ہوں گی جو حسین یہودن کے سینہ میں اس جوان کے لئے تھی جو اپنا دل لٹیڑی رونیا کو ڈنڈا کر چکا تھا۔“

انگنٹس جو اپنی سادگی طبع کے باعث نہیں جانتی تھی کہ اس ذکر کا مقصد کیا ہے۔ کہنے لگی ”میں سچ کہتی ہوں۔ میں نے حسین و جمیل ریڈیو کے لئے کئی بار آنسو بہائے ہیں حالانکہ میں جانتی ہوں اس کا کوئی حقیقی وجود نہیں تھا۔ لیکن میری سمجھ میں نہیں آتا۔ اس کی دفعہ رڈ سے اس قدر محبت کیوں بنتی ہے؟“

”اُس واقعہ کی کیفیت بالکل اس انداز سے بیان کی گئی ہے گویا ایک حقیقت ہو۔ کیوں آپ کی رائے میں بھی ایسا ہے یا نہیں؟“ سنرا ٹیمر نے پوچھا۔
”میں نہیں جانتی اس کا کیا جواب دوں۔۔۔ لیکن مجھے بھی ایسے ہی معلوم ہوا۔۔۔“

سہ اسی یہ دن کا نام ہے جس کا ذکر اوپر کیا گیا ہے۔ ستم جم۔۔۔

گزشتہ بالکل سچا ہے۔ یوں نظر آتا ہے کہ ایسے واقعات عالم حقیقت میں بھی نمود پذیر ہوتے رہتے ہیں۔ اور ایسے جذبات جو ریکا سے منسوب کئے گئے ہیں محض فرضی نہیں... لیکن مجھے اجازت دیجئے۔ میں اب ٹھہرنے لگتی۔۔۔

”صاحبزادی ایک بات اور سنتے جائیے“ بڑھی عورت نے قطع کلام کر کے کہا ”آپ نے اس بات کو تسلیم کیا ہے کہ ایسے جذبات جو ریکا کے دل میں دلہنڑ کے متعلق اور دلہنڑ کے دل میں روینا کے لئے موجود تھے۔ فرضی نہیں حقیقی وجود رکھتے ہیں۔ یقین فرمائیے کہ اگرچہ وہ واقعہ جو آپ کے پیش نظر تھا محض ایک افسانہ ہے۔ تاہم اس کے دوران میں جن احساسات کا ذکر آیا وہ حقیقی ہیں جس احساس لطیف کا نام اس کتاب کے مصنف نے ”محبت“ رکھا ہے وہ فی الحقیقت ایک ایسا جذبہ ہے جسے روئے زمین پر ہر شخص محسوس اور تسلیم کرتا ہے۔“

”بے شک محبت ایک جذبہ لطیف کا نام ہے“ بھولی انگین نے کہا ”جو والدین اپنی اولاد کے متعلق اور بچے اپنے والدین کی نسبت رکھتے ہیں۔ میں اچھی طرح جانتی ہوں کہ یہ راحت آفریں احساس ہر متغیر کے سینہ میں پایا جاتا ہے۔“

”آپ نے بالکل درست فرمایا“ عمر سعیدہ عورت فوراً کہنے لگی ”بے شک اس احساس کا نام جو والدین اور اولاد کے درمیان کام کرتا ہے محبت ہے۔ لیکن اس محبت کا ایک پہلو اور بھی ہے۔ وہ محبت جو ریکا کو نواب آہونہ سے ملتی اس محبت سے بالکل مختلف ہوتی ہے۔ جو والدین اور اولاد کے درمیان پائی جاتی ہے۔ دونوں کا فرق یوں واضح کیا جاسکتا ہے کہ پہلی صورت میں وہ ایک جذبہ تھا۔ مگر آخر الذکر میں صرف ایک احساس ہے۔“

”میڈم میں آپ کی بیان کردہ لطافت کو نہیں سمجھ سکتی۔“ انگین نے اس گفتگو میں فرستہ رفتہ زیادہ دلچسپی لیے ہوئے کہا۔ کیونکہ سکاٹ کے ناول نے اس کے قلب پر ایک گہرا اثر پیدا کر دیا تھا۔ اور اس کی طبیعت میں ایک ایسا استیجاب پیدا ہو چکا تھا، جسے رفع کرنے کی اگرچہ وہ کوشش کرتی تھی تاہم اپنی معصومانہ بے خبری میں اس کو سمجھنے سے بالکل قاصر تھی۔

”فرض کیجئے ریکا نواب آہونہ کے نام ایک خط لکھ کر اس میں ان جذبات کا اظہار کرتی جو اس کے دل میں اس کے لئے موجود تھے“ عیاہ عورت نے ایک عجیب طریق پر

اصلی ذکر شروع کرتے ہوئے کہا: ”اس صورت میں اگر دلفسڈ اس داستان محبت کو پڑھنے سے اٹھ سکوتا تو کیا آپ اسے نامہ زبان فیاضی کی صفات سے عاری سمجھتے گے اور وحشی نہ سمجھتے؟“

”مگر وہ حقیقت میں نہایت فیاض جان تھا، انگینس نے پُر زور لہجہ میں کہا: ”اور میرے خیال میں وہ ہرگز اس کی بھیجی ہوئی کسی چشمی کو پڑھنے سے اٹھ نہ کرے گا۔“

”بے شک نہ کرے گا“ مسز مارٹین نے سادہ کو صبر نشا ترقی کرتے دیکھ کر کہا ”اور اب میری عزیز لڑکی فرض کیجئے وہ محبت جس کا ذکر آپ اس ناول میں پڑھتی ہی ہیں۔ خود دلفسڈ کے دل میں ریکا کے لئے ہوتی اور ریکا کو اس کا مطلق علم نہ ہوتا۔ یہ بھی فرض کیجئے کہ دلفسڈ بیودن کے نام ایک نہایت سودا خانہ چشمی لکھ کر اس میں اپنے احساسات کا اظہار کرتا، اس صورت میں آپ کے نزدیک اس حسین بیودن کا طرز عمل کیا ہوتا چاہیئے تھا؟“

”انصاف یہ چاہتا ہے کہ وہ بھی ویسی ہی فیاضی کا ثبوت دیتی جس کی توقع ہیں دلفسڈ کو۔“

نواب ایوب سے ہے: ”معموم حسین نے بلا تامل جواب دیا۔

”یہ آپ کی آزادانہ رائے ہے؟“ مسز مارٹین نے دل میں غش ہو کر پوچھا۔

”میں نہیں جانتی اس کے سوا آپ کے سوال کا کیا جواب دیا جاسکتا ہے؟“ انگینس کہنے لگی۔

”اس صورت میں مس ورن“ اس عیارہ نے ظاہری تنبیہ کی مگر دلی مسرت کے لہجہ میں کہا ”میں التجا کرتی ہوں۔ آپ بھی اس خط کے ملاحظہ سے انکار نہ کریں۔ جو میں آپ کے لئے لے کر آئی ہوں۔۔۔ اور جو صرف آپ ہی کے دیکھنے لائق ہے۔“

یہ کہہ کر مسز مارٹین نے ٹریوین کی چھٹی باز کے راستہ پیش کی۔ جسے انگینس نے بے خبری کی سی حالت میں ماتہ بڑھا کر بے لیا۔ اگرچہ اس فوری اور غیر متوقع واقعہ سے اسے بے حد تعجب ہوا۔

”اے پڑھ لیجئے۔ مس ورن اسے پڑھ لیجئے۔“ عمر رسیدہ عورت نے جلدی سے کہا ”میں سچ عرض کرتی ہوں۔ اس میں کوئی بات ایسی نہیں جو آپ کو رنجیدہ کر سکے۔“

ہو۔ انما بہت سی باتیں اس میں نظر آئیں گی۔ جن کا دل خوش کن ثابت ہونا یقینی ہے۔“

اس درخت پر اس معصوم پاکیزہ اور دنیاوی مکر و فریب سے نا آشنا حسین نے نفاذِ چاک کر کے خط کا مضمون پڑھنا شروع کر دیا جیسا کہ ناظرین کو یاد ہو گا مضمون کا آغاز ان فقرات سے ہوتا تھا۔

حسن و جمال کی ملک اور تمام خوبیوں کی مالک۔ جس دین کو سید اسلام پہنچے ایک اجنبی آپ کو ایسے انداز سے مخاطب کرنے کے لئے سعافی کا خواہشمند رہا ہے جس سے یقیناً آپ کے دل کو صدمہ پہنچے گا اندیشہ تھا اگر راقم کو اس بات کا یقین نہ ہوتا کہ جو کچھ وہ لکھ رہا ہے وہ خلوص دل پر مبنی ہے۔ اور اس کی تحریر کو کسی بری نیت یا فاسد ارادہ سے تعلق نہیں۔

میں اس خط کے آغاز میں آپ کو مخاطب کرتے ہی برائت کے لئے پھر ایک بار سعافی کا جو اسٹیگا رہتا ہوا تھا کھلا کر ہوں کہ ان سطور کو آخر تک پڑھنے کی عنایت سے محروم نہ رکھ سکے گا میں کتاب المحروف وہی ناچیز ہوں جسے گاہ بگاہ آپ نے اپنے مکان کے نواح میں پھرتے دیکھا ہے اور اس خط کے نیچے میرا نام دیکھ کر آپ کو یہ بھی معلوم ہو جائے گا کہ سوسائٹی میں میرا رتبہ فقیر نہیں ہے۔ پھر میں ایمان داری سے کہہ سکتا ہوں کہ میرا چین آج تک بے داغ رہا ہے۔ اور میں آپ کے سامنے ایک لفظ بھی ایسا کہنے کی جرأت نہ کر اؤں گا۔ جسے مجھے آپ کے والد کے سامنے کہنے میں عار ہو۔

پہلے تو اس دو شیزہ کے چہرہ پر اس شخص کی تحریر سے آثارِ حیرت نمودار ہو گئے۔ جو اپنے آپ کو "اجنبی" تسلیم کرتا اور اپنے خط میں "خلوص دل" اور نیک نیتی کا ذکر کرتا تھا۔ حیران تھی کہ اس "خلوص دل" کا مقصد کیا ہے؟ اور اگر وہ بری نیت یا فاسد ارادہ نہیں رکھتا تو اس خط کی تحریر سے کیا مطلب ہے۔ اس سے ذرا آگے چل کر اسے معلوم ہوا کہ راقم وہ شخص ہے جسے اس نے کئی بار مکان کے آس پاس پھرتے دیکھا تھا۔ اور جس طرح تاریکی میں سوچ کی ایک شعاع کے داخل ہو جانے سے روشنی پیدا ہو جاتی ہے۔ اسی طرح اب اس کے دل میں خیال پیدا ہوا کہ اس مکان کے قرب و جوار میں اس کے گشت و گمان کا مقصد صرف سیر کرنا نہیں تھا۔ پھر آخر اس کا مقصد کیا تھا؟ یہ بات اب تک اس کے ذہن میں نہیں آ سکی۔ اور شاید اس کو جانتے کے لئے اس نے خط کا باقی حصہ بھی دیکھنا ضروری سمجھا۔ یہی وجہ تھی کہ سطور بالا کے آخری حصہ پر پہنچ کر وہ اپنے دل سے کہنے لگی "ان الفاظ کو پڑھنے میں کیا ہیج ہو سکتا ہے۔ جن کی نسبت اس نے لکھا ہے۔ مجھے ان کو آپ کے والد کے روبرو بیان کرنے میں ذرا عار نہیں"

پس دیکھی غیبی کشش کے زیرِ او اس خط کو پڑھتی رہی۔ جس میں آگے چسل کر
لکھا تھا۔

اس مختصر تیب کے بعد چسل مطلب کی طرف آتے ہوئے میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ
آپ کے حسنِ سحرانہ روز نے میرے دل پر عظیم اثر پیدا کیا ہے اگر کوئی بات مجھے آپ کا
غلام بنانے میں کم بھی تو وہ حاملِ تقدیر کی اس توصیف سے پوری ہو گئی جو اس نے آپ کے
خصائل کی نسبت کی ہے۔ میں غواہِ لارہوں۔ اور اس لئے اگر آپ دولت مند بھی ہوں تو میرے
لئے آپ کے نام خط لکھنے کا دعاہرگز مالی سہو سے خود غرضانہ نہیں ہے۔ اگرچہ میری ولی عہد
یہی ہے مگر آپ کسی امیرِ کبیر کی دختر نہ ہوں۔ کیونکہ اس صورت میں آپ کو اس بات کا یقین ہو جائیگا
کہ جو کچھ میں کر رہا ہوں۔ وہ سراسر بے غرضانہ ہے۔ بس درجن میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ
اگر میرے لئے آپ سے تعارف حاصل کرنے کا کوئی ذریعہ ہوتا تو میں ہرگز یہ طریقِ عمل اختیار نہ
کرتا۔ جس کی نسبت میرے دل میں یہ اندیشہ پیدا ہوتا ہے کہیں اس سے آپ کے قلبِ نازک کو
صدمہ نہ پہنچے۔ یا آپ مجھ سے خفا نہ ہو جائیں۔ لیکن میں پھر عرض کر دینا چاہتا ہوں۔ کہ میری محبت
یہی اور خالص دل سے تعلق رکھتی ہے۔ اور اگر آپ مجھے اس ضمن پر اپنے والد سے خط و کتابت
کی اجازت دیں۔ تو میں اسے بڑی خوشی سے منظور کر دوں گا۔ یا اگر وہ مجھ سے ملنے کے لئے تشریف
لائیں تو میں اپنی خوش نصیبی تصور کروں گا لیکن اگر اس اثنا میں آپ کو کسی نسبت مزید حالات
جاننے کی خواہش ہو تو میں اس بات کے لئے تیار ہوں کہ یہ ملاقات سنہِ ماہِ ثیر کی موجودگی میں ہو۔ کیونکہ
میں ہرگز کوئی ایسی بات آپ کے سامنے کہنے کا ارادہ نہیں رکھتا جسے میں آپ کے والدین اور متول
کے رد و بیان کا موجبِ عار سمجھوں۔ اے کاش کوئی ذریعہ ہو کہ میں یہ ثابت کر سکوں۔ میری
محبت کس درجہ صادق۔ سیرہی عقیدت کتنی زبردست۔ اور سیرہی اعشق کس قدر

وسیع ہے۔

خط کے اس حصہ کا مطالعہ کرتے ہوئے انگلیس کے دل میں یہ خیالات جلیجھا۔

پیدا ہوئے۔

اس نے لکھا ہے۔ "تو میرے حسنِ سحرانہ روز نے میرے دل پر عظیم اثر پیدا کیا
ہے۔۔۔" اور تو کیا وہ مجھے حسین خیال کرتا ہے اس سنہِ ماہِ ثیر نے بھی میری اس کے
رد و توصیف کی ہے۔ اگر ایسا ہے تو یہ عورت بری نہیں ہو سکتی۔ اور خاص کی طرف سے

مجھے کسی طرح کا ضرر پہنچ سکتا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے۔ والدہ کو اس عورت کی نسبت سخت غلط فہمی ہوئی۔ پھر وہ لکھتا ہے ”میں خود مالدار ہوں۔ اور اس لئے اگر آپ دولت مند بھی ہوں تو مسیکر لئے آپ کے نام خط لکھنے کا مدعا خود غرضانہ نہیں“ اگر ایسا ہے تو اس کا ارادہ یقیناً ٹھیک ہو گا۔ کیونکہ دنیا میں جس قدر برائیاں کی جاتی ہیں ان سب کی تیر میں زہری کا اثر ہوتا ہے۔ وہ ڈرتا ہے ”سبکدوش کو صدر نہ پہنچے۔ یا میں اس سے خفا نہ ہو جاؤں۔ لیکن جو شخص مجھ سے اس مودبانہ طریق پر مخاطب کرتا ہے۔ اس سے خفا ہونا کیا معنی رکھتا ہے۔ پھر وہ لکھتا ہے ”میری محبت سچی اور غمخوار دل سے تعلق رکھتی ہے“ بے شک جیسی ہی محبت ریکاکو دلفرڈ کے ساتھ اور خود دلفرڈ کو رونی کے معنی آہ اب میں سمجھی محبت اس محبت سے جدا ہے جو ٹیلر کو حسین بیوہ سے تھی۔ وہ میرے والد سے اور خود مجھ سے ملاقات کا آرزو مند ہے۔ یہ سوچکر اس کا دل بڑے زور سے دھڑکنے لگا۔ اگرچہ وہ نہیں سمجھ سکتی تھی کہ یہ اختلاص کس لئے ہے۔ لیکن کسی نامعلوم وجہ سے محسوس ہونے لگا کہ نارسہ کو کوئی ملنا آدھی ہے۔ ”اور ایوٹھ“ کا مصنف اس کا ذکر کرتے ہوئے اس کے لئے ٹھیک کا لفظ ضرور استعمال کرتا۔ جڑتے ہوئے اختلاص قلب کے ساتھ معصوم حسینہ اس خط کو پڑھتی ہی۔ جتنے کہ وہ اس مقام تک پہنچ گئی۔ جہاں لارڈ ولیم نے اپنے عشق کی بہت بکا ذکر کیا تھا۔

عشق! آہ کس لئے اس لفظ پر پہنچ کر اس حسینہ کے خوشنما رخساروں پر سرخی چھا گئی تھی ایسا معلوم ہوتا تھا۔ دلفرڈ اس کی آنکھوں کے سامنے سے ایک پردہ سا ہٹ گیا ہے۔ اب اسے معلوم ہوا۔ ریکاکو دلفرڈ نواب ایوٹھ سے کس لئے محبت تھی۔ تلخ اپنی زندگی میں اول مرتبہ گینس لئے عشق کا پہلا سبق لکھا۔

مگر اس کے باوجود اس کی روحانی پاکیزگی بدستور قائم رہی مگر اگر کچھ واقع ہوا تو محض اس قدر کہ اس کے مزاج کی انتہائی معصومیت میں ذرا سی کمی پیدا ہو گئی۔ اب اس نے سمجھنا شروع کیا کہ عشق ایک لطیف شاعرانہ جذبہ ہے۔ جس کا تعلق اونٹے دنیاوی احساسات سے نہیں۔ اس کے قلب میں ایک پراسرار ناقابل فہم راحت افزا انداز ہونے لگی۔ ایسی جس سے وہ اس سے پہلے بہت کم بہرہ اندوز ہو سکتی تھی۔ ان احساسات کے زیر اثر اس نے خلا کا باقی حصہ بھی پڑھنا شروع کیا۔ جس میں لکھا تھا۔

س دن عین زمانے میری راحت کا دار و مدار فقط آپ کے جواب ہے۔ کیا آپ سے محبت کرنے میں مجھ سے نا عاقبت اندیشی کا اظہار ہوا ہے؟ اگر ایسا ہو تو میں عرض کرتا ہوں۔ محبت ایک ایسا جذبہ ہے جس پر انسان کو مطلق اختیار نہیں۔ جس شخص نے کسی اور کو نہیں جانا۔ وہ اگر سوچ کی پرستش کرے گا تو قابل الزام نہیں۔ کیونکہ روشن اور بے غریب چیز کی طرف ہر ایک دل ان خود کو کھینچتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ مسیح کے دل نے چونکہ کسی اور صدمہ کو نہیں دیکھا۔ اس لئے وہ آپ کو نیک اور خوبصورت دیکھ کر آپ ہی کا پرستار بن چکا ہے۔ پس میری التجا یہ ہے کہ مسیح اس نفل کو نگاہ چشم سے نہ دیکھے گا۔ اور نہ اس طرز عمل کو جسے میں نے اس لئے اختیار کیا ہے کہ اپنے جذبات آپ تک پہنچاؤں۔ اپنی کہ درت کا ذریعہ بنائیے گا۔ ایک دیانت دار آدمی جو خالص اور پر شوق محبت کا متعلق کر کا ضرور ہوتا ہے اسے حقارت کے ساتھ نظر انداز نہ کیجئے گا۔ اگر عشق کرنا جرم ہے۔ تو میں اس جرم کا اعتراف کر کے رحم کا ملحق ہوں۔ مگر ایسا نہ ہو۔ اس دم کے بدلے آپ مجھے خاموشی کی صورت میں ناقابل برداشت سزا دیں۔ میں پھر عرض کرتا ہوں کہ ایک جان کی راحت کا دار و مدار آپ کے ضمیمہ ہے۔ اور آپ کے اختیار میں ہے کہ اسے خوشی سے معمور کر دیں یا انتہائی بچ و الم میں مبتلا۔ اس کے ساتھ ہی میری پیاری انگلیں۔۔۔ اہ بے اختیاری میں مجھ سے آپ کے نام کے ساتھ ایک ایسا لفظ لکھا گیا۔ جس کے اظہار کا مجھے سر دست کوئی اختیار نہیں مگر اب کہ وہ ضابطہ تحریر میں آچکا ہے۔ میں اسے مثالے کی جرات نہیں کر سکتا۔ اس کے ساتھ ہی جیسا کہ میں کہہ چکا تھا۔ اگر آپ کا دل کسی اور شخص سے وابستہ ہو چکا ہو۔ اگر کوئی اور انسان مجھ سے زیادہ خوش نصیب آپ سے شادی کا اقرار حاصل کر چکا ہو۔ تو اسے راحت افزا حسینہ میں بچے دل سے وعدہ کرتا ہوں کہ آئندہ کبھی آپ کو اپنی طرح سے حق نہیں کروں گا۔ اور نہ کبھی اپنے ناچیز وجود کو آپ کی نظروں میں لانے کا سبب بنوں گا۔ کیونکہ میری محبت انتہائی احترام کے ساتھ وابستہ ہے۔ اور مسیحی ہرگز یہ خواہش نہیں کہ آپ کے دل میں ذرا سا بچ بھی پیدا کروں۔

میں ہوں آپ کا سچا مددگار اور عقیدت مند دوست۔

ولیم ٹریوٹمین

اس آخری حصہ کو پڑھتے ہوئے انگلیں کے سینہ سے بے اختیار کئی بار آہ سرور نکلی۔ گویا اس سے عہد شکنی کی یاد یا کوئی اور خوشگوار خیال اس کا موجب ہو۔

مضمون کا یہ حصہ اس قسم کا تھا کہ اگر سکاٹ کا ناول اس کے زیر نظر نہ ہوتا تو شاید وہ اپنی مصروفیت بے خبری میں اس کا مطلب سمجھنے سے بڑی حد تک قاصر رہتی۔ اسے خیال آیا کہ اگر لفظ روٹیا کے ساتھ شادی کا اقرار نہ کر چکا ہوتا تو کیا وہ ربیکا سے شادی کرنا منظور نہ کرتا؟ اس سے ظاہر تھا کہ ولیم ٹریومین کی خواہش اسے . . . یعنی انجینس کو اپنی بیوی بنانے کی تھی۔ اور اسے اندیشہ تھا۔ مبادا اس کا علاج کسی اور شخص سے نہ ہو چکا ہو۔ آہ! اب اس نے اس خط کے مضمون کو جو اس کے امپیریا گیا تھا۔ پورے طور پر سمجھا۔ اب اسے محسوس ہوا کہ اسے مجھ سے محبت ہے۔ اور وہ میری صورت دیکھنے ہی کی غرض سے اس مکان کے قرب و جوار میں پھرتا رہا ہے۔ اس نے اس لئے خط لکھا کہ وہ ڈرتا تھا۔ مجھ سے ملنے کی کوشش کرتے ہوئے وہ مجھے سمجھو رہا نہ کر دے۔ اور اگر میرا علاج کسی دوسرے شخص سے نہ ہو چکا ہو تو اسے سیکر والد کے انکار کا اندیشہ نہیں۔

بڑھیا جو باڑکی دوسری جانب کھڑی سبز میٹوں کے شکاف میں سے دو شیشیہ کے چہرہ سے اس کے مختلف خیالات کا اندازہ کرنے لگی کوشش کر رہی تھی۔ اور بڑی حد تک جان چکی تھی۔ اس کے دل میں کیا گزرا ہے۔ اب کہنے لگی ”میری بیٹی۔ میں اسید کرتی ہوں اپنے اس خط کا مضمون پڑھ لیا ہے۔“

”ہاں میڈم“ انجینس نے اس قدر آہستگی سے جواب دیا۔ کہ اس کے الفاظ میں شکل سنائی دیتے تھے۔ کیونکہ کسی نامعلوم وجہ سے اب وہ بڑی جھجک اور شرم محسوس کرنے لگی تھی۔

”اور آپ کو لارڈ ولیم ٹریومین کے خلاف کسی طرح کی ناراضگی نہیں؟ . . .“

”لارڈ ولیم ٹریومین؟“ حسین دو شیشیہ نے سخت تعجب ہو کر کہا: ”تو کیا یہ شخص کوئی نواب ہے؟ کہ! اس کا مجھے بہت افسوس ہوا“ اس نے معصومانہ بے خبری میں ایک ایسا مجملہ منہ سے ادا کرتے ہوئے کہا جس سے کچھ سال عیارہ کے اس شب کو مزید تقویت حاصل ہو گئی۔

کہ یہ لڑکی بھی لارڈ ولیم کی طرف سے لاپرواہ نہیں۔

”آپ کو اس بات کا افسوس ہے کہ وہ ایک امیر نواب ہے؟“ مسٹر بائیر نے پوچھا ”کیا یہ افسوس اس لئے ہے کہ آپ کو اندیشہ ہے۔ ایک شاہراہ پر ایک غریب لڑکی سے شادی کرنا کسر شان سمجھے گا؟“

”انگینس کے چہرہ پر شرم کی سُرخی پھیل گئی۔ مگر اس نے کچھ جواب نہ دیا۔“
 ”اس بات کا مطلق اندیشہ نہ کیجئے“ عمر سیدہ عورت نے سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے
 کہا۔ ”وہ ریاکار یا دھوکہ باز آدمی نہیں ہے۔ او اس کے ارادے نیک۔ اور باعزت ہیں لیکن بڑی
 سے کیجئے گا۔ آپ کو اس خط سے کسی طرح پہنچ تو نہیں ہوا؟“

”آپ کے سوال کا جواب اثبات میں دینا دھوکہ بازی ہوگا۔“ انگینس نے جواب دیا
 ”اس کے باوجود ایسا محسوس ہوتا ہے کہ مجھے اس خط سے ناخوش ہونا چاہیے تھا۔ اگر حقیقت
 میں مجھے اس سے کسی قسم کا پہنچ نہیں ہوا۔۔۔ لیکن خیر میں یہ خط اپنے والد کے پاس سپرد
 میں بھیج دوں گی۔“

”آہ تو کیا مشورتن فرانس میں ہیں؟ سنسٹرائمر نے قطع کلام کر کے پوچھا۔ اور پھر جلدی
 سے کہنے لگی۔ ”لیکن صاحبزادی۔ میری رائے میں آپ کے لئے سروسٹ اپنے والد
 کو اس معاملہ میں تھکیت دینا غیر ضروری ہوگا۔ کیونکہ یقیناً کوئی نہایت ضروری کام کے لئے ہی
 رہاں گئے ہیں۔۔۔“

”یہ ٹھیک ہے۔“ انگینس نے بھی قطع کلام کر کے کہا۔ ”مگر وہ یہ جان کر بہت خوش ہوں گے
 کہ میں انہیں ہر بات کی خبر دے رہی ہوں۔ اور چونکہ لارڈ ولیم ٹریولین نے اپنی جیسی میں پیارے
 والد کا ذکر صاف اور صحیح لفظوں میں کیا ہے۔۔۔“

”مس ودن۔۔۔ مس ودن“ عمر سیدہ عورت نے اضطراب آمیز لہجہ میں کہا۔ ”یہ
 ایک اتنا نازک معاملہ ہے کہ میری رائے میں آپ کو صرف میری ہدایات پر
 چلنا چاہیئے۔۔۔“

”اور آپ کی ہدایت یہ ہے کہ میں اس خط کو والد کے پاس نہ بھیجوں؟“ دوشیزہ نے
 اس قدر ہلکے اور کچکپاتے لہجہ میں پوچھا کہ بڑبڑاتھا معلوم نہ کر سکی۔ اس سوال کی تہ میں کیا خیال
 کام کرنا ہے؟“

”بے شک میری نصیحت سروسٹ یہی ہے۔“ بڑبڑاتی عورت نے جواب دیا۔
 ”اور آپ کے نزدیک یہی رائے لارڈ ولیم ٹریولین کی ہوگی؟“ دوشیزہ نے اور بھی زیادہ
 ہلکے اور کچکپاتے لہجہ میں دریافت کیا۔

”میرے نزدیک اس میں ذرا بھی شک نہیں۔“ سنسٹرائمر نے جلدی سے جواب دیا۔

تو ان کی ۔ ۔ ۔ اور آپ کی دونوں کھ بھری اس میں ہے کہ میرے سوا کسی شخص کو آپ کی محبت کے راز کا علم نہ ہو۔۔۔“

دواوہ! میڈم“ انگلیش نے پرائز ملائی اور فحاشی کے لہجے میں کہا اگر یہ محبت جس کا پیغام لے کر آپ سیکر پاس آئیں گی۔ ایسی ہی چیز ہے۔ جو سب سے پہلے مجھے والد سے بے تعلقی کہنا چاہتی ہے۔ جو مجھے ایک ایسا راز اپنے سینہ میں رکھنے پر مجبور کر رہی ہے۔ جسے میں ان کے رویہ و ظاہر نہیں کر سکتی۔ تو پھر اس کا انجام راحت بخش نہیں ہو سکتا اس لئے اوداع میڈم۔ یہ خطا ہی کو واپس دے دیجئے گا۔ جس نے ازراہ عفت بیت اس قسم کے کلمات سے سیکر لئے استعمال کئے۔ جو زادی کے لئے میری طبیعت میں جو خش و حش کا موجب بن سکے۔ میری طرف سے اسے نقطہ اتنا کہہ دیجئے گا کہ انگلیش درجن کا خیال دل سے خارج کر دے۔“

اتنا کہہ کر اس دو شیرہ نے وہ خط گستاخانہ طریق پر تو نہیں مگر جلدی سے باڑے کے اوپر سے جڑی کی طرف پھینک دیا۔ اور خود کو شعی کی طرف چل دی۔

اس خلاف اس پر فیصلہ کن کارروائی سے سنا رہا تھیں پرنسپل کے لئے سکتے کی سی حالت طاری ہو گئی۔ اس نے سوچا تھا کہ انگلیش میری دلیلوں سے قائل ہو کر میری ہر بات پر عمل کرنے کو تیار ہوگی۔ مگر ہوا یہ کہ اس معصوم اور بے لاگ ہستی نے راست شکاری کے اصول اور اس گہری محبت کے اثر میں جو اسے اپنے والد سے حتی عشق کے اس ابتدائی احساس پر غالب آکر جو جوش و شہوت کی گفتگو اور خط کے مضمون سے اس کے سینہ میں پیدا ہوا تھا ایسی کارروائی کی جس کا سنا رہا تھیں کو خواب میں بھی خیال نہیں آ سکتا تھا۔

وہ حیران حتی کہ اب مجھے کیا کرنا چاہیے۔ یہ بات صحیح اور عفاف حتی کہ موجودہ حالات میں انگلیش سے دوبارہ ملنے کی کوشش بے سود ہوگی۔ اور یہ بھی اسے منطوق نہ تھا کہ لارڈ ولیم کے پاس یہ پیغام لے کر جائے۔ کہ میری بڑھی ہوئی سرگرمی نے بنی بنائی بات بگاڑ دی۔ پس وہ سوچنے لگی کہ یہ بہتر نہ ہوگا کہ میں اس معاملہ کو بالکل ہی ترک کر کے کہیں کو واپس چل دوں۔ جہاں وہ اپنی بیٹی کے معاملات میں حصہ لے کر اپنی ساز باز کی قابیلیتوں کا اظہار کر سکتی۔ اور دولت کا سکتی حتی۔ پانچ چھ ہزار پونڈ کی رقم جو اس نے زبردستی اپنے بد نصیب شوہر سے چھینی۔ اس کے پاس حتی کہ میں اس نے یہی بہتر جانا کہ اس معاملہ پر تضحیف اوقات فصول ہے۔ جس میں کیا

ہونے سے بھی زیادہ سے زیادہ چند سو کی رقم وصول ہو سکے گی۔

یہ سوچکر سنرا ٹیمر نے ٹریوین کا خط اپنے غروہ میں ڈال لیا کہ چونکہ نجی معاملات کے کاغذات کو وہ اصولاً تحفہ نہ کیا کرتی تھی۔ اور واپس اس مقام پر پہنچکر جہاں اس کی رائے کی گاڑی کھڑی تھی۔ اس نے گاڑیوں سے بورڈ کی طرف چلنے کو کہا۔

بلیک مین شریٹ میں پہنچکر وہ گاڑی سے اترتی۔ اور کرایہ ادا کر کے گاڑی والے کو رخصت کیا۔ اس کے بعد وہ خود اس قہوہ خانہ کی طرف ہوئی جس میں اس کی سکونت تھی۔

وہ قہوہ خانہ کے اس حصہ کے پاس سے گزرتی تھی جس میں شراب خانہ واقع تھا۔ کہ مالک مکان نے اسے اشارہ سے اپنے کمرہ میں بلایا۔ اور دروازہ بند کر کے گستاخانہ لہجہ میں کہنے لگی، ”دیکھو سنرا ٹیمر جس قدر جہلمہ تم اپنے لئے کسی دوسرے مکان کی دیکھو جہاں کرلو اتنا ہی اچھا ہے۔ کیوں اس لئے کہ اگرچہ مجھے اس کی بہت زیادہ پروا نہیں۔ میرے گھر میں کون آتا ہے۔ اور کون جاتا ہے۔ لیکن ایسے شخصوں کو تو میں بہر حال پسند نہیں کرتی جو ذرا پہلے تم سے ملاقات کرنے آئے تھے وہ تو میرے گھر سے دور ہی رہیں تو اچھا“

”نیک عورت“ سنرا ٹیمر نے قہوہ خانہ کی مالک کو حقیقی تعجب کی نظر سے دیکھتے ہوئے کہا، ”معلوم ہوتا ہے تمہیں کوئی بیماری غلط فہمی ہوئی ہے۔ میں ایک عورت دار عورت ہوں۔ اور یہ غیر ممکن ہے میری وجہ سے تمہارے گھر کی ذرا سی بھی بدنامی ہو رہے میرے ملاقاتی۔ سو میں حیران ہوں۔ ایسا کون لئے والا تھا جس سے تمہیں بچنا پڑا۔ مجھے تو کسی کے آنے کا انتظار نہ تھا۔ اس لئے ضرور تمہیں اس معاملہ میں متاملہ ہوا ہے“

”بالکل نہیں“ مالک مکان نے بڑبڑاتے ہوئے جوش کے ساتھ کہا، ”دو آدمی ابھی تمہارے پیروں کے آگے یہاں آئے تھے۔ اور آدمی بھی کون۔ پولیس کے انسپرجن کے پاس ملاشی گاؤں تھا۔ پھر بلایا میں انہیں کیونکر روک سکتی تھی؟“

”انسپرا۔۔۔ ملاشی کا وارنٹ لے کر“ سنرا ٹیمر نے خوف زدہ ہو کر کہا۔ اگرچہ وہ حیران تھی۔ مجھ سے کونسی حرکت اس قسم کی ہوئی ہے جو انسپران۔ انصاف کو میرے پیچھے کا موجب بنی ہو۔

مگر یکایک اس کے دل میں ایک نہایت خوفناک شبہ پیدا ہوا۔ اسے اپنے رویہ کی فکر پیدا ہوئی کیونکہ وہ سب کا سب اس کی کوٹھری میں رکھا ہوا تھا۔

”میرم۔ اب جو کچھ تمہارے جی میں آئے کہو، مالک مکان کہنے لگی، اور سچ یہ ہے کہ ہر شخص بات ماننے کے لئے کوئی نہ کوئی بنا نہ بنائی جیتا ہے۔ مگر جو کچھ میں کہہ رہی ہوں وہ بالکل صحیح ہے۔ ابھی تھوڑی دیر ہوئی۔ دو آدمی یہاں آئے تھے ایک بے قد کا بد صورت اور دوسرا ایک نہایت کشیف پوش بڑا۔۔۔“

”قیما سنسٹرا ٹیر نے زیادہ دیر بیان ہو کر کہا۔
”ہاں وہ بڑا ہی تو تھا۔“ زن مذکور کہنے لگی، اور کتھن میں پولیس کا افسر ہوں۔ اور میرے ساتھ یہ میرا نائب ہے۔۔۔“

”دھوکا!۔۔۔ سخت دھوکا!“ سنسٹرا ٹیر نے لاکھڑاتے ہوئے ایک کرسی کا سہارا لے کر کہا، اور ذرا دیر کے لئے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ مارے جوش کے اس کا سانس رکھ جائے ہے! میں سمجھ گئی یہ کیا خراب تھا!“

چند منٹ اس حالت میں رہنے کے بعد وہ بیکار کی سنبھلی اس میں غیر معمولی لطافت پیدا ہو گئی تھی۔ تیزی سے چلتی ہوئی بالائی منزل میں اپنے کمرہ کی طرف گئی۔ اور مالک مکان بھی جو ایک سوئی تازی عورت تھی نسبتاً بہت چست ہوئے اس کے پیچھے پیچھے ہوئی۔

کمرہ میں داخل ہو کر سنسٹرا ٹیر سیدھی اپنے ٹرنک کی طرف دوڑی۔ کیا دیکھتی ہے کہ اس کا نقل ٹوٹا ہوا ہے۔ دنیا اس کی نظروں میں اندھیر ہو گئی۔ اس نے جلدی سے ڈھنگ کھولا اور کپڑوں میں کسی چیز کو ٹھونکنے لگی۔ لیکن وہاں کیا خاک رکھا تھا۔ ایک نہایت دردناک چیخ مار کر وہ فرش زمین پر بیٹھ گئی۔

اتنے میں مالک مکان بھی کمرہ میں پہنچ گئی۔ عورت نظر باری نہ تھی۔ اس نے سنسٹرا ٹیر کو اس حالت میں دیکھا تو اسے بڑھ کر گئے ٹھٹھایا۔ ایک کرسی پر کھما، اور جلد علیہ اس کی ٹوپی اور شال اتار دیا۔ لیکن سنسٹرا ٹیر کا سنسکلے کا کھلا رہ گیا۔ چہرہ کی رنگت لاش کی طرح زرد ہو گئی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ قریب المرگ ہے۔

مگر جب اس کے منہ پر پانی کے چھٹے دیئے گئے تو اسے ہوش آ گیا۔ مالک مکان نے پوچھا ”کیا بات ہے؟ میں اس کا مطلب نہیں سمجھ سکی۔“

”میں لٹ گئی!۔۔۔ بری طرح لٹ گئی!“ سنسٹرا ٹیر کھلی گلو گھیر آواز سے کہنے لگی۔
اسے یہ خیال نہیں آیا کہ روپیہ آخر صوبے بشوہر کا تھا خواہ اس نے کتنے بھی ناجائز

طریق پر حاصل کیا ہو۔

”لٹ گئی!۔۔۔ بس طرح لٹ گئی؟“ مالک نے پوچھا ”کیا پولیس کے انسپرنس لوٹ کر لے گئے؟۔۔۔“

”اے بہن وہ پولیس کے انسپرنس بدعاش تھے“ عمر بیہ عورت نے بجا لی تو اہ کے ساتھ ساتھ بڑے ہوسے ہوش سے کہا ”انہوں نے میرے خلاف ایک شہادت ذلیل۔۔۔ پاجیانہ سازش کی رکھ لیا ہوا۔ میں ان کے بدلے کے چھپڑوں گی۔ میں اس کا خوفناک بدلہ لوں گی۔۔۔ سب سلوم ہوتا ہے۔ اس تیرے ساری شہادت کسی کے مشورہ اور ادا دے کی ہے۔ وہ میرے پیچھے پیچھے لگے ہی انہوں نے اس بات کا اظہار کیا کہ میں کب باہر جاتی ہوں۔ اور جب وہ ملے پولیس کا بھڑپ اختیار کر کے انہوں نے میرے کبسون کی تماشائی۔۔۔ اور جو بات سب سے بری ہے وہ یہ ہے کہ وہ میرا رویہ لوٹ کر لیا نے میں کامیاب ہو گئے“

”تو کیا اس بڑے کی شہادت سچی؟“ عورت نے پوچھا۔

”ہاں اس بڑے خبیث کی جسے تم غیظ بتاتی ہو“ اس نے جواب دیا ”مگر یہ کہو کہ اس کے چہرہ کی رنگت زرد تھی؟ کیا اس کے منہ پر جھریاں تھیں؟ کیا وہ گفتگو کرتے وقت عصبی پریشانی کا اظہار نہیں کرتا تھا؟“

”ضیک وہی تھا“

”بے شک وہی تھا“ مسٹر مارٹین نے سخت غصہ اور جوش کی حالت میں کہا ”مگر اب تم جاؤ۔ مجھے ہتھوڑی دیر تنہا رہنے دے۔ میں یہ سوچنا چاہتی ہوں۔ اب مجھے کیا کرنا چاہیے۔ میں اتنی لگی گڑی بھی نہیں کہ اپنے آپ کو بے یار و مددگار سمجھوں۔“

مالک مکان سندرت کے کترین پر کھنکھائی ”میٹم میں اسید کرتی ہوں۔ تم ان الفاظ کا گلو نہیں کرو گی۔ جو میں نے ڈراپر پہلے غلط فہمی کی وجہ سے کہے تھے۔ چنانچہ وہ آدمی پولیس کے لئے تھے اور نہ تم کوئی مشتبہ عورت ہو اس لئے میں نہیں چاہتی کہ تم مسٹر اسکان خالی کرو“

”تینس میں ابھی چند دن تک میاں سے نہیں جاؤں گی“ مسٹر مارٹین نے کہا ”اور نہ مجھے تم سے کہنے کا بچ ہے لیکن مہربانی سے اب تم چلی جاؤ۔ میں تمہاری میں اپنے طریق عمل پر غور“

کہتا چاہتی ہوں۔

وہ موتِ کمرہ سے باہر چلی آئی۔ اور سسزائیر چارپائی پر بیٹھ کر اس فوری مصیبت کے مختلف پہلوؤں پر غور کرنے لگی جس نے فہستہ اس کی حالت میں عظیم تبدیلی پیدا کر دی تھی۔

لیکن اسے اطمینان اور کیسوی کا موقع پورے طور پر حاصل نہیں ہوا تھا کہ یکایک کسی کے زینہ پر چڑھنے کی بیماری چاسپاس کے کانوں میں بپھی۔

اس ڈر سے کہ کوئی نئی افتاد پیش آنے والی ہے۔ وہ اضطراب اور پریشانی کی حالت میں اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔

یہ ایک دروازہ کھلا۔ اور ایک نہایت خوفناک صورت کا کریمہ المنظر شخص بے تکلف اندر گھس آیا۔

باب ۱۷ جیک رلی ڈاکٹر

وہ شخص جو اس طرح سسزائیر کے کمرہ میں داخل ہوا عمر میں قریباً ہم سال کا تھا۔ میانہ قدر کسی قدر فریادِ اذام اور نہایت منہبہ طہ کہہ سکتی بن رکھنے والا۔ اس کی فزہی کمزوری کی بجائے عظیم طاقت کا نشان تھی۔ شانے مضبوط اور طراخ اور بعض حصوں بڑے بڑے تھے مگر وہ سناٹ کی گردن کی طرح چھوٹی اور بہت موٹی تھی۔ اور جب وہ زور سے سٹھیاں کس لیتا تو ایسا معلوم ہوتا تھا گویا وہ کمار کسی بیل کو گرایا کسی دیوار کو سمار کر سکتا ہے۔

اس کا چہرہ قطعاً خوفناک تھا۔ رنگت کالی۔ اور دائیں رخسار پر ایک بہت بڑا سفید نشان ایسا گویا کسی نے اس پر گرم سفید آہنی سلاخ لگا دی ہو۔ اور اس کا داغ ڈاکٹر کی ادا کے بغیر از خود منسل ہوا ہو۔ شیب مگر شیشہ پیشانی پر دوٹے سیاہ لہجہ اور کچھ وار بال چھپائے ہوئے تھے۔ یوں معلوم ہوتا تھا کہ انہیں غصوں سے بھریا یا صاف نہیں کیا گیا۔ یہی وجہ تھی کہ کالی رنگت کے باوجود وہ نہایت کثیف نظر آتے تھے۔ آنکھیں چھوٹی اور ڈھیلے سیاہ تھے۔ مگر باقی حصہ چشم میں سپیدی کی بجائے زردی غالب تھی۔ اور اگر یہ سچ ہے کہ آنکھیں خیالات و جذبات انسانی کا آئینہ ہوتی ہیں تو کتنا چرما ہے کہ وہ اس کی لغت زور و رج کے بیزین جذبات کا بڑی صفائی سے اظہار کرتی تھیں۔

ناک سوئی لمبی اونچی تھی۔ اور تجھے غیر معمولی طہ پر زرخ تھے۔ ان تمام خوبیوں پر طوطہ کیہ بالائی ہوٹ خرگوش
کہم ہوٹ کی طرح چٹا ہوا اور اس کے اندر سے دھڑکے پیدا ہوتے سناؤں تک نظر آتے تھے۔ ان سب
تفصیلات کو اگر غماز نے پورے طور پر ذہن نشین کر لیا تو وہ باسانی سمجھ لے گا۔ کہ اس شخص کی جو یکایک
مستند شہیر کے روبرو ایسی صورت تھی۔

ان مگر اس کے لباس کا ذکر باقی ہے گھے میں سی پل مغل کی شکاری وضع کی جاکٹ اور سیاہ و اسٹ
مٹی۔ پتھوں کا ڈھوراس کی جی ہوئی اور نچلے رنگ کا سوئی رومالی۔ گردن کے گرد گھومنے کے طور پر لپٹا ہوا
چمکدار اسٹ لمبر کوٹ کے جن ناکافی تھے۔ اس لئے قمیص کا بالائی حصہ نمودار تھا۔ اور اگر شستے نمودار
ازخود اسے کا اصول درست سمجھا سکتا ہے تو ماننا پڑتا ہے کہ وہ بھی زیادہ صاف اور اعلیٰ نہ تھی۔
اور چونکہ قمیص کا گھما بیچاے خود کھلا ہوا تھا۔ اس لئے اس کے اندر سے بالوں سے بھر ہوا سینہ
کا کافی طور پر نمودار تھا۔ سر پر شیا لے رنگ کی ایک پرانی سنواری ٹوپی تھی مگر اتنا درجہ میلی۔ کوئی جائے
وہ لے آتا نہ کہ کسی غلطی کو نے میں چھینک رکھا ہے۔

اس کے سنہرے گچھے نہ تھے۔ اور کچھ تو اس وجہ سے کچھ اس کی کالی رنگت کی وجہ سے لگان ہو سکتا
تھا کہ شاید وہ جیسی خدا ہے۔ لیکن واقعہ میں ایسا نہ تھا۔ وہ انکسٹن ہی میں پیدا ہوا۔ انگریز الدین
کی لولہ تھا۔ اور اس نے انگریزی تعلیم بھی حاصل کی۔ لیکن قدرت نے اُسے صورت ہی ایسی دی تھی
اور حالات نے اس کے مزاج میں جھج کی سی تندگی اور سانپ کی سی مکاری پیدا کر دی تھی۔

مباہرات دیکھا جاتا ہے کہ جن کے مزاج میں وحشت کا عنصر غالب ہو۔ ان میں خفیہ
سکاری کتنی پائی جاتی تھی۔ کیونکہ تیز مزاجات جہنم کے باطنی احساسات کو فوراً ظاہر کر دیتے ہیں لیکن
اپنی ذہانت اور علمی لیاقت کے باعث یہ شخص دونوں متضاد خصوصیتیں اپنے مزاج میں رکھتا تھا
اس سے کوئی یہ نہ سمجھے کہ ذہانت اور تعلیم کا لازمی نتیجہ کمزور شرارت ہوتا ہے۔ بالکل نہیں لیکن ذہانت
ہر کتنے اور علم حاصل کرنے سے انسان میں خود غرض اور دہنی کا مادہ ضرور پیدا ہو جاتا ہے۔ اس
کا نتیجہ اس شخص کی حالت میں جس کا ہم ذکر کر رہے ہیں یہ ہوا کہ اس نے معلوم کر لیا کہ اس دنیا میں بار
جب محض طاقت سے کوئی کام سر انجام نہیں پاسکتا۔ جو اسے کہہ کر بیسے باسانی پائے تکمیل کو پہنچایا
جاسکتا ہے۔

پس جن حالات میں مکر دیا کی ضرورت نہ ہو۔ یہ شخص ایک شیطان بصورت انسان کی حیثیت
اختیار کر لیتا تھا۔ لیکن جب بیڑی مٹی سے گئی نکلتا نظر آئے تو بیڑی آسانی سے اپنے جذبات کی جھلکی

اور مزاج کی وحشت پر قابو پالیتا تھا۔

ایسا شخص تھا جو خوف زدہ سسٹرائیمر کے سامنے جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے دھڑکنے لگا۔

وہ چارپائی سے اٹھ کر کھڑی ہو گئی تھی۔ اور فوارہ کی طرف خوف اور پریشانی کے زیر اثر صدمہ کیم کچھ رہی تھی۔ مگر اس نے اس کی دہشت اور نہ اضطراب کی پروا کر کے بڑے اطمینان سے کمرہ کا دروازہ بند کیا۔ اور اپنی ہلکتی ٹوپی ایک کرسی پر ڈال کر بڑی عورت کی طرف بڑھتے ہوئے کہنے لگا ”میڈم میں نے سنا ہے کہ کوئی شخص تیار روپیہ ادا کر لے گیا۔ اگر ایسا ہے تو ایس ہو سنے کی وجہ نہیں کیونکہ میں تمہیں اس روپیہ کی بازیابی میں مدد دے سکتا ہوں“

”آج کل سسٹرائیمر نے بے اختیار کہا کہ فوارہ کے لفظوں سے نہ صرف اس کے دل میں روپیہ کی مشیت کچھ اسید پیدا ہو گئی۔ بلکہ اب وہ میں دلچسپی ہو گئی۔ کہ اس کی طرف سے مجھے کسی ضرر کا اندیشہ نہیں کیونکہ وہ اس سے پہلے اس کی روشناسی نہ تھی۔ علاوہ بریں مکان آباد اور وقت دوپہر کا تھا۔ اور یہ دونوں تیس ہر قسم کی زبردستی کے متافی بھی جاسکتی ہیں۔“

”بے شک میں تمہیں مدد دے سکتا ہوں!“ اس نے اپنے الفاظ کو دہرا کر کہا ”لیکن یہ کام چاہیے ہیں۔ اس لئے پہلے ہمیں آپس میں مشورہ کر لینا چاہیے“

یہ کہہ کر وہ بڑے اطمینان کے ساتھ ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔ سسٹرائیمر نے بھی ایک کرسی لے لی۔ کیونکہ چارپائی کا علاقہ ناقص نہایت کمزور تھا۔ تاہم اس کی گفتگو وہ اس کے لئے دلچسپی کا موجب ثابت نہ لگی تھی۔

”آپ کون ہیں؟ اور مجھے کس طرح مدد دے سکتے ہیں؟“ سسٹرائیمر نے پوچھا۔
”میڈم ایک سوال ایک بار اس اصول پر عمل کیجئے“ شخص نے زور بڑی بے تکلفی سے
”یہ دیکھو پہلا سوال یہ ہے۔ میں کون ہوں۔“ سنئے میرا نام بریلی ہے۔ مگر اس نام کی بھی کوئی شہرت
نہیں۔ جو لوگ مجھ سے سرسری شناسائی رکھتے ہیں وہ مجھے سسٹرائیمر کہتے ہیں۔ پولیس کے روزانہ
میرا نام جان بریلی درج ہے۔ اور دوستوں کے حلقوں میں جیک رلی کے مشہور ہوں۔ ان
سب کے علاوہ اپنے منتخب حلقہ احباب میں میرا نام صرف ”ڈاکٹر“ ہے۔ کیونکہ چھٹی عمر میں
نے نون طبابت بھی سیکھا تھا۔ مجھے اس پیشہ سے رغبت نہ تھی۔ لیکن والدین کے اصرار سے
جو رہا ہونا پڑا۔ آخر جب ان کا انتقال ہوا۔ جبکہ میری عمر ۲۲ سال کے قریب تھی۔ تو میں نے

چنانچہ ایک کام چھڑ کر انیس توڑنے کا پیشہ اختیار کیا۔ یعنی اس عورت میں کہ فریق ثانی کی طرف سے کسی طرح کی مزاحمت ہو۔ میں نے بغض دیکھنے کی بجائے لوگوں کی جیبیں ٹٹولنے کا کام شروع کیا اور معلوم ہوا کہ یہ کام اس سے زیادہ نفع بخش ہے۔ اس کے علاوہ اصل یہ ہے کہ ایسا ہاتھ یہ کہتے ہوئے اس نے خوفناک استہزاء کے ساتھ اپنا چوڑا کھنڈر ہاتھ آگے کی طرف پھیلا دیا۔ ”ایسا ہاتھ شتر چلانے کی بجائے نقب زنی کرنے یا پستول پکڑنے کے لئے زیادہ موزوں ہے اب میڈم یہ سب باتیں سنکر امید ہے تم سمجھ گئی ہو گی کہ میں کون ہوں اور کیا ہوں۔“

”میں سمجھی آپ نقب زن اور چوری“ مسٹر رائیئر نے جواب کامل طور پر سکون حاصل کر کے کہی تھی۔ کراہہ اور میں امید کرتی ہوں آپ مجھے روپیہ کی وصولی میں کافی مدد سے سکیں گے۔ بتائیے آپ کی شرطیں کیا ہیں؟“

”بیری شرطیں جو کچھ میں میں انیس یا سانی سنہ اسکتا ہوں“ ڈاکٹر نے خوفناک طریقہ پر ہنستے ہوئے کہا۔ جس سے اس کا کٹا ہوا ہونٹ اس قدر تن گیا۔ کہ معلوم ہوتا تھا وہ بالکل چٹا ہے۔ مگر اس کے باوجود میڈم میں تسلیم کرتا ہوں۔ اس معاملہ میں میں تمنا کام نہیں کرنا چاہتا۔

”بیری نیک نیتی کا زبردست ثبوت ہے۔“

”پھر آخر تم کس طرح کام کرنا چاہتے ہو؟“ مسٹر رائیئر نے جو اپنے خوفناک ملاقاتی کا معلوم کرنے کے لئے سخت بے نہیں تھی پوچھا۔

”میں ابھی عرض کرتا ہوں“ اس نے جواب دیا۔ ”اس توبہ خانہ میں کوئی شخص یہ نہیں جانتا۔ اور یہی وجہ ہے کہ میں یہاں کچھ کھانے اور اخبار پڑھنے کے بہانہ آیا۔ تو کسی سے مجھے سچا نہیں۔ میں نے تمہیں داخل ہوتے دیکھا۔ تو عورت سے ہی سچاں گیا تھا کہ شرارت اور فتنہ سازی تمہاری فطرت میں داخل ہے۔ صاف کرنا میں صاف بیانی سے کام لے رہا ہوں لیکن میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ مجھے علم کہ سسر میں بھی کچھ مہارت ہے۔ لیکن تمہیں سسر سے نظریے دیکھ کر میں نے زیادہ توجہ دینا ضروری نہیں سمجھا تھا کہ دفعۃً میں نے دیکھا۔ تم دلو انداز دوڑتی ہوئی اپنے کمرے کی طرف آئیں۔ اس وقت میں نے چہرہ مہاری صورت دیکھی۔ اور اسیان سے کہتا ہوں۔ تمہاری اس وقت کی خوفناک صورت دیکھ کر بے اختیار میرے دل میں جذبات غریف پیدا ہو گئے۔ اس وقت میں نے سوچا کہ اگر میں نے عمر بھر میں کبھی شیطان کو عورت کے قالب میں دیکھا ہے تو وہ تمہیں ہو۔“

”میں اس تعریف کے لئے شکریہ ادا کرتی ہوں“ مسٹر رائٹر نے مسرہ سہری طور پر کہا۔

”میڈم مجھے اپنا نقد اپنے طور پر ہی بیان کرنے دیجئے“ رلی نے مستنوعی اخلاق سے کہا۔ ”خیر میں نے تمہیں اپنے کمرہ کی طرف دوڑتے ہوئے اور مالک مکان کو پیچھے پیچھے جاتے دیکھا۔ اس وقت میں نے سمجھ لیا کہ یہاں وال میں کالائبرو رہے۔ پس میں اس وقت تک اخبار ہاتھ میں لئے بیٹھا رہا۔ تب تک کہ ایک نیچے اتری۔ اور اس وقت میں قیمت ادا کرنے اس کے پاس گیا۔ تو اس نے باتوں باتوں میں معلوم ہو گیا کہ دروازہ میں لئے اپنے آپ کو افسران پولیس ظاہر کر کے تھیں لوٹ لیا ہے۔ اور انکے قبضہ خانہ نے جو ایک نہایت باتونی عورت ہے۔ ان شخصوں کا حلیہ بھی بیان کر دیا۔ ان میں سے ایک کو جو بڑھا ہے۔ میں بالکل نہیں جانتا۔ لیکن دوسرے کا جو اس کے ساتھ تھا میں نہ صرف پورے طور پر شنا سا ہوں۔ بلکہ کسی وجہ سے جس کا بیان غیر ضروری ہو گا۔ مجھے اس کے خلاف ایک سخت شکایت بھی ہے۔ اس پر میں نے مالک سے کہا کہ میں اس معاملہ میں درودے سا ہوں گا۔ اور قبل اس کے کہ وہ میری بات کا جواب دیتی ہیں یہ ہاتھ مارے کمرہ میں چلا آیا۔ کہ راہ راست مساندہ طے کر سکوں“

”مسٹر رلی میں اب تمہارا مطلب سمجھنے لگی ہوں“ بوڑھی عورت نے کہا ”تم چوروں میں سے ایک کے واقف ہو۔ اور مجھے لایا یہ بھی جانتے ہو کہ وہ کہاں رہتا ہے۔ اس کے علاوہ اس کے خلاف تمہارے دل میں کچھ ہے۔ کہوں یہ بات ہے نا؟“

”بالکل سچی“ اس کمرہ عورت نے معاش لئے جواب دیا ”اور میں یہ بھی تمہیں بتا دیتا چاہتا ہوں کہ تمہاری عورت دیکھ کر یہ خیال تو راز ہی میرے ذہن میں پیدا ہو گیا تھا۔ کہ تم ایسی عورت ہو جسے اپنی حقیقت سے خبردار کرنا خطرناک نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ جیسا تم سمجھ سکتی ہو۔ میں ایک محتاط شخص ہوں۔ اور کوئی بات اس کے سارے پہلوؤں کو سوچے بغیر منہ سے نہیں نکالتا۔ اب اگر تم اپنا رویہ واپس لینا چاہتی ہو۔ تو لازم ہے مجھ پر پورا سے طور سے اعتماد کرو۔ اور جس طرح میں کہوں عمل کرتی رہو۔ ظاہر ہے کہ ایسا کرنے کے لئے میرے واسطے تمہیں اپنے خصائل سے آگاہ کرنا ضروری ہے۔ میں اب سارے حالات سن کر تم یقیناً معلوم کر چکی ہو گی۔ کہ میں ایک ماہر چور اور ہوشیار نقب زن ہوں۔ اور دوستوں

یہ کبھی کسی سے غدار نہیں کرتا؟

یہ سب کچھ میں نے سمجھ لیا، سنسزائیر بولی، "لیکن یہ بھی تو معلوم ہونا چاہیے کہ تم کن شرلوں پر مجھے ادا دینا چاہتے ہو؟"

میں نے یہ تو بتا دیا وہ رقم جو کھٹی گئی کتنی تھی؟" ملی نے سوال کیا۔
بڑھی عورت نے چند منٹ سا ل کیا۔ وہ سر جھٹی مٹی کیا اس شخص کو حقیقت حال سے آگاہ کرنا دور اندیشی کے خلاف نہ ہو گا۔ جس نے فخریہ اپنا تعلق ایک ایسے پیشہ سے ظاہر کیا تھا جس میں دیانت یا ایمانداری کا فقدان ہمیشہ غالب دیکھا جاتا ہے۔

سنسزائیر کو متال دیکھ کر حیک اپنی کرسی سے اٹھ کھڑا ہوا اور کہنے لگا، "خیر تم میری بات کا جواب نہیں دینا چاہتی ہو تو نہ سہی۔ میری لئے "دوسری صورت یہ ہے کہ میں ان شخصوں سے یہ کہہ کر کہ مجھے اس چوری کا علم ہے۔ آسانی اپنا حصہ لے سکوں گا۔ اور یہ تو ظاہر ہے کہ میرے لئے اس کا سناغہ لگائینا کچھ دشوار نہیں پس اگر تمیں مجھ پر بھروسہ نہیں تو نہ سہی۔ میں چلتا ہوں۔ مگر اتنا اطمینان رکھنا کہ اس گم شدہ روپیہ میں سے ایک کوڑی جی نہیں واپس نہ مل سکے گی؟"

"خیر و سنسزائیرلی خیر،" سنسزائیر نے جلدی سے کہا۔ "کیونکہ اس نے جان لیا کہ یہ شخص تو میری اداؤں کے بغیر بھی اس روپیہ میں سے معتدل حصہ لے سکے گا۔ لیکن میرے لئے اس کی بازیابی اس کی اداؤں کے بغیر قطعاً غیر ممکن ہے۔"

اس پر چور اطمینان کے ساتھ پھر کرسی پر بیٹھ گیا۔

"تم پوچھتے ہو۔ میرا کس قدر نقصان ہوا؟" بڑھی عورت نے کہا۔

"اے" اس نے مختصر طور پر جواب دیا۔

"پانچ سو چار سو پونڈ" سنسزائیر نے کہا۔

رلی کے خوفناک چہرہ پر مسرت اور انبساط کے آثار ظاہر ہو گئے۔ اور وہ خوش ہو کر کہنے لگا، "ج"۔

"میں بالکل سچ کہتی ہوں" بڑھیالے سنجیدگی سے کہا۔

"پانچ سو چار سو پونڈ" چور نے آہستہ آہستہ ایک لفظ پر زور دیتے ہوئے کہا، "گویا وہ"

اسے یہ چور کا عام دستور ہے کہ اگر ان کی صحبت کا کوئی آدمی کسی چوری سے باخبر ہی ظاہر کرے تو وہ اسے بالکل ادا و انصاف کرتے ہیں۔ اگر اس نے چوری میں ذرا سا حصہ بھی لیا ہو۔

اس رقم کے تصور سے ہی دل کو خوش کرتا چاہتا تھا۔

”دیکھ لو کتنا جہاد نقصان ہے؟“ مسز مارٹیر نے اس کے چہرہ کی طرف نظر ڈال کر دیکھتے ہوئے پوچھا۔ اور اگرچہ اس کی صورت دیکھ کر اس وجہ سے اس کا اطمینان ہو گیا کہ اس کے چہرہ کے اثر اسید اثر اور اتنے قدرتا ہر باوجود بڑی کوشش کے وہ یہ معلوم نہ کر سکی۔ کہ انجام کار یہ شخص اس رقم کو حاصل کر کے بچے واپس بھی دے گا۔ اور اس کا صرف ایک حصہ بطور معاوضہ قبول کرے گا۔

”پانچ سو روپے؟“ اس نے پھر ایک بار اپنے دل سے مخاطب ہو کر کہا ”بیشک بہت بڑا نقصان ہے۔ لیکن اس کی بازیابی کی صورت میں نصف نصف تقسیم ہوگی۔ بیت و خیر ہو رہے؟“ اس نے یکایک مسز مارٹیر کی طرف متوجہ ہو کر پوچھا۔
”کیا؟“ وہ اس انداز سے بولی۔ گویا سوال کا مطلب نہیں سمجھ سکی۔

”میں یہ پوچھتا ہوں۔ کیا اس روپیہ کے مل جانے پر تم نصف بچے دینا منظور کرتی ہو؟“ اس نے سوال کیا۔ ”اس میں عیبیگی کی کیا بات ہے؟ اور اس بات کو گفتگو کے بھاری رہتے کا دار و مدار ہمارے جواب پر ہے۔“

”اچھا میں غرضی سے نصف روپیہ دے دوں گی۔“ مسز مارٹیر نے جواب دیا اور اپنے دل میں اس نے سوچا کہ میں اس معاہدہ پر اس صورت میں عمل کروں گی۔ کہ میرے لئے کسی طرح کا خطرہ درپیش نہ ہو۔

”بہت اچھا۔“ سلی نے کہا۔ ”اور اب میری باتیں بتاؤ کہ وہ کتنے ساقہ وہ طویل نشست آدمی جو تمہاری نقدی چرانے آیا۔ وہ لندن کا نامی چور ہے۔ اور ان کو سر پر معاف کر کے اس کے لئے کسی شخص کو گولی مار کر مار دینا اتنی ہی مدد ملی جتنی ہے۔“ یہیچہ ناشتہ کرنے کے لئے دسترخوان پر بیٹھا۔ بچے معلوم نہیں۔ اس کا صحیح نام کیا ہے۔ اور یہ میں نے اس کا اصلی نام کبھی نہ سنا۔ اگرچہ میری اس کی برسوں کی واقفیت ہے۔ لیکن عرف عام میں ڈیل باب کے مشہور ہے۔ اور یہ نام اس خصوصیت کی وجہ سے ہے جو اس نے اپنے پیشہ میں داخل کی ہے۔“

مسز مارٹیر کے کانپتے ہوئے کہا۔ ”میں تمہارا مطلب نہیں سمجھی“ حالانکہ واقعہ میں اس کا اس بارہ میں کچھ شبہ پیدا ہو گیا تھا کہ اس عجیب و غریب نام کی وجہ سے کیا ہے۔

”سیٹم میں اس کی مزید توضیح کے دیتا ہوں“ ڈاکٹر نے جواب دیا ”ابھی ہمارے لئے کام کرنے کو سارا دن پڑا ہے۔ اور اس لئے تھوڑی دیر گفتگو کرنے میں کچھ بچ نہ ہو گا۔ اس شخص کی جس کا میں ذکر کر رہا ہوں۔ یہ عادت ہے کہ عام طور پر وہ تنگ نگیوں اور تاریک کوچوں میں چھپا رہتا ہے۔ اور وہیں حملہ کر کے شرفا کی طلائی گھڑیاں اور زنجیریں اڑاتا ہے۔ اور چونکہ یہ جیسز میں دولت کی بہترین علامت سمجھی جاسکتی ہیں۔ اس لئے فقہی بھی خوب کما لیتا ہے۔ اگر کسی ایسے موقع پر فریق ثانی کی طرف سے جدوجہد ہو تو میرے دوست کی یہ عادت ہے کہ وہ اس شخص کے سر پر گندہ حاک کے تیزاب کی شیشی گرا دیتا ہے۔ جس سے ایک تو اسے فرائیں سہولت ہو جاتی ہے۔ دوسرے وہ شخص جس پر حملہ کیا گیا ہمیشہ کے لئے اندھا ہو کر حملہ آور کی شناخت سے محروم ہو جاتا ہے۔ یہی وجہ اس کا نام ڈیزیل باب مشہور ہونے کی ہے۔ اور علاقہ ہائے کنسٹنٹنولہ کی پیکنیم وغیرہ میں اس کے نام کی ایسی دھماکا ہے۔ کہ جب کوئی جھلا مانس کسی جگہ جلسہ دعوت یا تماشے سے واپس آتے وقت کسی تاریک مقام پر یہ آواز سنتا ہے ”رو پیہ سے دو درنہ آنکھوں سے ہاتھ دھو لو“ تو وہ جھٹکتا ہے ”خدا کے لئے مجھ پر تیزاب گرا تا میں سب کچھ دینے کو تیار ہوں“

”کیا یہ ممکن ہے؟“ سنس رائٹر نے سابق کی نسبت زیادہ نمایاں طبعیت پر پکا پختہ ہوئے کہا۔

”بالکل درست۔ میڈم بالکل درست“ ڈاکٹر سردھری سے کہتے لگا ”میں تجھ ہی رات تئیں ڈیزیل باب کی صورت دکھا دوں گا۔ اور پھر تم خود جان لو گی کہ وہ ایسا فعل کر سکتا ہے یا نہیں ایسی کمزور صورت صبحی اس کی ہے۔ تم نے کبھی عمر بھر نہ دیکھی ہو گی۔ اس میں شک نہیں کہ میں خود بھی کچھ ایسا مقبول صورت نہیں ہوں“ اس نے خوفناک انداز سے مسکراتے ہوئے کہا ”لیکن اس کے مقابل میں تو میں یا تنگ برا بھی نہیں۔“

سنس رائٹر نے دل میں سوچا کہ اگر خدا نے اس شخص سے بھی زیادہ بری صورت پیدا کی ہے تو وہ کس درجہ ہیبت ناک ہو گی۔

”خیر یہ شخص ہے جس سے ہمیں کچھ رات واسطہ پڑتا“ ڈاکٹر نے کہا ”مگر اس کا معنی کون ہے؟“
 اسے ڈیزیل انگیزی میں گندہ حاک کے تیزاب کہتے ہیں اور ”باب“ رابرٹ سمکھنٹ ہے۔ گویا ڈیزیل باب کے معنی ہیں گندہ حاک کا تیزاب پھینکنے والا رابرٹ۔۔۔۔۔ (دست چم،

سب سے زیادہ پسند ہے۔ وہ دلیری اور جرأت ہے۔ چنانچہ میں نے جس وقت
تیس ایک دوڑنی چو ہے کی طرح پھرتے اور ایک پر جوش دیونی کی طرح اپنے کسے باب
وڑتے ہوئے دیکھا۔ اور اس کے بعد اب تم نے غیر معمولی تندی کا اظہار کیا۔ تو ان صفات کی
دیکھ کر میں نے اختیار تم پر فریفتہ ہو گیا۔ اور میں ایذا دہی سے کہتا ہوں کہ مجھے تم سے وہی
ہی محبت ہو گئی۔ گویا تم روئے زمین کی سب سے زیادہ حسین عورت ہو۔ لیکن میری رائے میں
اس وقت یہ بحث غیر ضروری ہے۔۔۔

”میرا غیر ضروری ہے“ مسز افریڈ نے کہا جسے اس خوفناک صورت سے جو
ایسی بے تکلفی سے اظہار عشق کرنے لگا تھا۔ قابل بیان نفرت تھی۔ لیکن جسے الارکان اپنے
احساسات کے اظہار کو فرو کر کے وہ کہنے لگی ”اب تم یہ بتاؤ۔ یہ کیسے اس میں قرار تم کی
بازیابی کے لئے ہمارا طریق عمل کیا ہوا چاہیے؟“

”میرا جواب بالکل مختصر ہے“ ڈاکٹر نے جواب دیا۔ ”وٹرل باب ایک خاص مکان
میں جو یہاں سے قریب ہی ہے۔ چمپا رہتا ہے۔ اور چونکہ میری اور باب کی عرصہ راز کی
دوستی ہے اس لئے میں جانتا ہوں وہ کجا کہاں ہے۔۔۔“

”لیکن امی تم کہہ رہے تھے۔ مجھے اس شخص کے خلاف کہنا ہے“ مسز افریڈ نے قطع
کلام کرتے ہوئے اپنی تیز نگاہ ڈاکٹر کے چہرے پر ٹا کر کہا گویا وہ اس کے بشر سے معلوم کرنا چاہتی تھی۔
کہ یہ شخص چ کہہ رہا ہے کہیں مجھے وہ صدمہ دینے کی کوشش تو نہیں کرنا۔

”آدمیتم تم جتنا غور سے چاہو میری صورت کی طرف بھیتی رہو“ جبکہ رلی اس کے ارادہ کو
کو جان کر کہنے لگا۔ ”لیکن یقین جانو تم میری باتوں میں کسی طرح کی دوغلوئی نہ متھادو نہ پاؤ گی۔ میں نے
تم سے کہا تھا۔ میری اور وٹرل باب کی عرصہ کی دوستی ہے۔ اور میرے اس بیان میں ذرا بھی جھوٹ
نہیں۔ لیکن اس کے باوجود اس نے ایک بار مجھ سے جو چالاک کی کھٹی میں اس کا بدلہ لینے کا
خیال ہرگز ترک نہیں کر سکتا۔ اگرچہ خود وہ اس واقعہ کو بالکل بھول چکا ہے۔ بات یہ ہوئی کہ ہم
دونوں نے مل کر ایک مکان میں چوری کی تھی۔ چیزوں کی دیکھ بھال کرتے ہوئے باب کو مہروں کی
ایک قہقیلی مل گئی۔ اور بعد میں جب ہم نے مال غنیمت تقسیم کیا۔ تو اس نے اس قہقیلی کے معاملہ
کو بالکل چھپا لے رکھا۔ مجھے اس قہقیلی کا علم اس طرح ہوا کہ ایک مکان نے اخبارات میں
ایک اشتہار شائع کیا۔ جس میں چوروں کی گرفتاری کے لئے انعام شہرہ کرتے ہوئے مال سر

تو فرست بھی دے جی۔ اور اس قبرست میں وہ پہلی شامل تھی۔ یہ مجھے اچھی طرح معلوم ہے کہ وہ کتنا
 بے اس کی نظروں سے نہیں گذرا۔ اور نہ میں نے اس کی توجہ اس طرف دلائی۔ لیکن میں نے اس
 بات کی قسم کھالی کہ جلد یا بدیر میں اس شخص سے بدلے کے چھوڑوں گا۔ اور اس کیلئے کسی عمدہ
 موقع کا منتظر رہا۔ وہ موقع اب آگیا ہے۔ اور میں اس سے آٹھ چھ گھنٹوں کے عرصہ میں فائدہ
 اٹھائے گا۔ دیکھا دوں گا۔“

سنسزائیر جو اس ساری کیفیت کو پوری توجہ سے سنتی رہی تھی۔ کہنے لگی ”مگر کیا تمہیں اس
 بات کا یقین ہے کہ تم اس شخص کا سزا دے گا۔ اور اگر وہ بھی لو تو اس کا تمہیں کیوں کر یقین
 ہے کہ وہ پیر فرقت جو اس کا چڑیا رہے وہ بھی وہی ہوگا؟“

”وہ ٹیل باب کا سزا دے گا تو ذرا بھی مشکل نہیں“ جیک رلی نے کہا ”وہ چوری کی واردات
 کرنے کے بعد سیدھا ایک خاص جائے پناہ میں پہنچ جاتا ہے۔ اور جب تک اس واردات
 کا چرچا رہے گھر سے باہر نہیں نکلتا۔ اس کے علاوہ مجھے اس بات کا بھی یقین ہے کہ وہ اس پر
 کو اختیار لگا۔ میں اپنے ساتھ رکھے گا۔ تاکہ ایسا نہ ہو۔ وہ پولیس کے آٹھ چھ جا کے اور وہ لوگ
 اسے جکالیں۔ ان حالات میں ان دونوں کا کٹھن ہونا یقینی ہے۔ سوائے اس صورت کے، ڈاکٹر
 نے کسی قدر کم اعتماد کے لیے میں کہا ”سوائے اس صورت کے کہ وہ ڈیجا نہ جاتا ہو۔ تم اس معاملہ میں
 کسی طرح کا شہرہ نقل نہیں کرو گی۔۔۔“

”بالکل نہیں“ سنسزائیر نے کہا ”بخلاف اس وجہ شخص جس کا نام ڈانر ہے اس بات کو خوب
 اچھی طرح جانتا ہے کہ میرا انتقام اٹل ہے۔ اور میں اس سختی کے ساتھ اس سے بدلہ لوں گا۔ جو ایک سزا
 دوسرے کے خلاف عمل میں لاسکتا ہے۔“

”اور بھی اچھا ہے“ جیک رلی نے خوشی سے سکراتے ہوئے کہا ”کیونکہ اس صورت میں
 ہم اپنے شکار کو یقینی طور پر دام میں لاسکیں گے۔“

”مگر یہ تو بتاؤ اس معاملہ میں جبر سے کام لینا ہو گا یا عیاری سے؟“ سنسزائیر
 نے پوچھا۔

”جبر سے میری اچھی عظیم جبر سے“ خوفناک چہرے نے جواب دیا۔ اور اس کے ساتھ ہی اس
 کی تر دو آنکھوں میں اس قسم کی چمک پیدا ہو گئی جیسے شیر کی آنکھوں میں شکار کے وقت پیدا
 ہو جاتی ہے۔ اور وہ چمک اتنی تیز تھی کہ وہ سوپ کی ان روشن کنوں کے باوجود جو کمرہ میں داخل

ہو رہی تھیں۔ ان کی نمایاں اور خوفناک چمک میں ذرا فرق نہیں آیا۔

”جب سب سے پہلے سنسٹرا شیر نے اس جلد کو دوہرا کر لیا اور اس کے ساتھ ہی ڈریل باب کی تیسرا باب کی پٹن کا خوفناک نقشہ اس کی آنکھوں کے سامنے کھینچا۔

”اب جب سب سے پہلے اس کے ساتھ کئی چارہ کار نہیں؟“ جبکہ ریلی نے کہا ”دو ذرا دیر پہلے جب میں تھمارے پاس آیا۔ تو میرا ارادہ ایک اور شخص کو شریک کار بنانے کا تھا جو میرا اور ڈریل باب دونوں کا شہنا سا ہے۔ وہ ہیں اس روپیہ کی بازیابی میں مدد تو دیتا لیکن تیسری حصہ کا حقدار بھی ٹھہرتا۔ تھمارے زبانی یہ سنکر کہ چوری میں ڈریل باب کا شریک ایک عمر رسیدہ اور کمزور آدمی ہے۔ اور اس سے تم خود اچھی طرح پٹن لگتی ہو۔ میں نے وہ ارادہ بدل دیا اور اب میری تجویز یہ ہے کہ معاملہ ہم دونوں تک ہی رہے۔ پس اگر تم اس سے بچو گے۔ بخوبی پٹن لگے تو ڈریل باب کو پس قابو کروں گا۔“

”اور بالآخر وہ تم پر غالب آگیا؟“ سنسٹرا شیر نے پوچھا۔

”میں اسے غالب نہیں آنے دوں گا۔ اس کا تم اطمینان رکھو۔“ ریلی نے

جواب دیا۔

”اور کسی طرح کا کشت و خون بھی نہ ہو گا؟“ بوڑھی عورت نے پوچھتے ہوئے پوچھا۔ کیونکہ وہ لاکھ بڑی اور منسلک اخلاق سے گری ہوئی ہو۔ بہر حال قتل کے خیال نے اس کے قلب کو بھی سرزد کر دیا تھا۔

”مجھ میں نہیں آتا یہ شرط بندی کس لئے ہے؟“ ڈاکٹر نے کہا ”اگر تم اس کام میں ہاتھ ڈالنے سے ڈرتی ہو۔ تو ابھی اس سے دست بردار ہو جاؤ۔ ورنہ میرا اصول تو یہ ہے کہ اگر ڈریل باب کی طرف سے میری اپنی جان کو ذرا سا بھی خطرہ ہو تو میں اسے فوراً مار کر گرا دوں گا۔ اب اس کا میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ ذاتی حفاظت کے سوا کسی حالت میں میں اس کی جان نہیں لوں گا۔“

بوڑھی عورت چند منٹ تک خاموش رہی۔ وہ سوچتی تھی۔ بچے اس خطرناک کام میں حصہ لینا چاہیے یا نہیں۔ کیا مجھے قتل کی واردات میں شریک جرم بننا چاہیے؟ جیسا کہ اتنا خوفناک تھا کہ بے اختیار بدن میں لرزہ پیدا ہوتا تھا۔ لیکن دوسری طرف یہ حقیقت بھی پیش نظر تھی کہ اگر میں نے اس کو سشش سے دست برداری کی تو وہ روپیہ جس کے حصول

نے میں اعلیٰ ن آئی۔ اور جسے میں نے بڑی کوشش سے حاصل کیا۔ ہمیشہ کے لئے اٹھ سے جاتا رہے مگر اس میں شک نہیں کہ بازیابی کی صورت میں بھی اس کا نصف سے غریب کے اٹھ میں چلا جائے گا۔ لیکن کیا بالکل خالی ہاتھ پیرس جانے سے ... ہو چکا ہے میں نے کر جانا بہتر نہ ہو گا بلکہ شبہ یہ کام ایسا تھا جس کے لئے خطرہ میں پڑنا ہے جا نہیں سکتا۔ میں سارے حالات کو سوچ کر اس کے دل کی غیر یقینی حالت جلد ہی ہی رفع ہو گئی۔

مناسب کچھ سوچ کر وہ بلند آواز سے کہنے لگی ”میں میں ڈروٹی تو نہیں ہوں۔ ہمارا سودا اور سارے انتظامات مضبوط ہیں۔ میں اس حرامی ٹانہ کو یہ جاکر فروش ہونے کا موقع نہ دوں گی۔“

”واہ وا! کیا کہنے ہیں۔ میری قابل تعریف جنگلی بی کے لئے اکثر نے خوش ہو کر کہا ”میری دلی خواہش ہے۔ تم اسی طرح خوش کے۔ اٹھ اس بڑے کو جسے تم ناز کر سکتی ہو۔ دلچ لپ۔ بچہ اچھے اختیار میں ہوتا۔ تو تمہیں ان بے ضرر ناخنوں کی بجائے ایک جنگلی بی کی طرح پیچھے اور تیز جان مہیا کر دیتا۔ پھر کیا اس صورت میں تم اس کی آنکھیں نہ کال لو؟ کیا تم اس کا گوشت اور پوست انچون ٹوہ میں چاکتا ہو۔ جب شیطان کو تمہیں اپنی سلطنت میں لے جانے کا موقع ملے گا تو اس کی خوشی کی انتہا نہ ہوگی۔“

اور یہ کہہ کر اس خوفناک شخص نے پھر بڑے زور کا قہقہہ لگایا۔ اور کرسی پر پیچھے کی طرف جھک کر بہت دیر تک وحشیانہ طریق پر ہنستا رہا۔

”خدا کے لئے اس فضول اٹھار مسرت کو روکے“ عمر سیدہ عورت نے بوقت اپنے خوش غضب کو فرو کر کے کہا۔

”واہ! میں ضرور ہنسوں گا۔“ کا وہ صورت بہ معاش نے بدستور قہقہہ لگاتے ہوئے کہا ”میرے ہنسنے سے تمہیں غصہ آتا ہے۔ اور یہ غصہ مجھے بہت پیارا معلوم ہوتا ہے۔“

سنہرا شیر نے نفرت سے کہہ کر کی طرف منہ پھیر لیا۔ اور اس کے بہت دیرینہ اکثر کی ہمیشہ بدیہ رفع ہوئی۔

آج باروہ کہنے لگا ”دیکھئے میٹم میں نے کہہ دیا تھا۔ مجھ سے خفا نہ ہونا۔ بعض اوقات پر جی کھ لکھنا میری فطرت میں داخل ہے اور مجھے یقین ہے تم میری بے غرضی کو نا پسند

نہ کر لگی لیکن اب میں تم سے رخصت ہوتا ہوں۔ کچھ رات ساڑھے دس بجے ہماری ملاقات ہوئی۔
شریت کے کسی مقام پر جتے تم چند کہوٹی چاہئے؟
”تم ہی بتاؤ کہ کوئی جگہ ہے؟“ عورت نے کہا ”اس جگہ کا نام اوس وقت ستر و بے پہنچ
جاؤں گی۔“

ڈاکٹر نے چند منٹ سوچا کہ ”اسکسٹ جیج تیرستان کے پہلو میں ایک تنگ گلی جاتی ہے
جو بیک فرایئر روڈ سے ہوتی ہوئی کالنگ روڈ میں گول جاتی ہے۔۔۔ سیریڈ سے میں تم لندن
کے ہر حصے کو جی راقف ہو۔۔۔“
”ابھی ملے“ ستر و بے نے کہا ”بیان کے چاہو؟“

”خیر تو ہم اس اندھی گلی میں ٹھیک رات کے ساڑھے دس بجے ملیں گے“ جب تک رلی سہلے گا
اور چرائی کسی سے اچھے نہ رہے وہ کہنے لگا ”استیلا میں تم سے کہے دیتا ہوں کہ اگر ایک
مکان سے تم سے میرے بارہا پیچھے دریافت کیا تو اس سے یہ کہنا کہ وہ میری کچھ دو
بشیں کر سکا۔ اور میں نے سوچا کہ اس سے کہنا چاہیے کہ کسی طرح کی توجہ میں بیٹا رہا
اس سے تنہا سے کوئی رات کیا چاہئے؟“

”ان باتوں کی تم کچھ فکر نہ کرو“ ستر و بے نے جواب دیا ”اس بارہا میں ضروری فضا
میش کرنا مجھے غائب آتا ہے۔ اور چونکہ تو اگر کچھ کامیابی ہوئی تو میں اس مکان میں ہرگز نہیں
نہیں آؤں گا“ یہ الفاظ اس نے اپنی اور ان کے فیر جی ملی لپیر دیا کر کے۔
”خیر تم جانا تو اس بار میں علیحدہ ساڑھے دس بجے اور وہاں پہنچنے کی
یا د رکھنا۔“

ستر و بے نے کہا ”بہت اچھا ہے اور اس کے بعد ڈاکٹر رخصت ہو گیا۔ پہلے
وقت اس نے زن کو رکھی طرف مسکراہٹ اور استیلا کی نظر سے دیکھا اور اتھارے
اتھارے سلام بھی کیا۔
”اتھارے جاتے کے بعد ستر و بے نے اس ملاقات کے مختلف پہلوؤں پر
غور کرنا شروع کیا۔“

یہ بات اسے جب تک رلی کی زبانی معلوم ہو چکی تھی کہ وہ اس مقام سے واقف ہے
جہاں وہ ریل باب اور شریا بن رہے ہیں۔ اور اس میں ذرا عجیب شے نہ دکھائی دے کہ یہ تہہ در تہہ

قسم کوئی تھکانا یا مارا نہ ہو سکتا تھا جہاں جرم کی واردات آسانی کی جا سکے۔ اور جس میں خوفناک مجرم آرام سے پناہ گزین ہو سکیں۔ اب وہ یہ سوچتی تھی کہ میں ایسا نہ ہو۔ رلی میری مدد سے ایل سسرودہ حاصل کرنے کے بعد سب سے پہلے وہاں نمبی پر ہاتھ صاف کرے۔ وہ اس خطرناک کو سوچ کر کانپتی تھی۔ جس میں وہ قدم رکھنے لگی تھی۔ وہ اس خوفناک شخص کے خوفناک خصائل کو سوچ کر لرزہ بر اندام ہوئی جاتی تھی۔ جو رات کے وقت اسے ساتھ لے کر لندن کے نہایت مشتبہ اور خطرناک مقامات گشت کرنے کا ارادہ رکھتا تھا۔

لیکن دوسری طرف اس کی ظاہری بد صورتی اور جرائم آمیز زندگی کے باوجود اس کے حیرت انگیز کام میں کچھ اس قسم کی صفائی موجود تھی۔ جس سے ظاہر ہوتا تھا کہ وہ شریک کا رشتہ خاص کے حقوق کا زبردست حامی ہے۔ چنانچہ وٹریل باب کے خلاف اسے محض اس سلسلے سخت کہتے تھے۔ کہ اس نے اسے چوری کے ایک خاص اہل میں برابر کا حصہ دار تسلیم نہیں کیا جس کا مطلب یہ تھا۔ کہ وہ چوروں میں بھی اصول دیانت کا ذخیرہ ہوتا تھا۔ سب سے آخری اطمینان بخش دلیل یہ تھی کہ وہ اپنے منہ سے اپنی خدمت کا سوا حصہ طلب کر چکا تھا۔ اور ظاہر تھا کہ اگر اس کی نیت سارے رویہ پر قبضہ کرنے کی ہوتی تو وہ ان تفصیلات کو ہرگز طے نہ کرتا۔

ان دلالی پرست مارٹیر عرصہ دراز تک غور کرتی رہی۔ اور اگرچہ ممکن ہے وہ سارے ناظر کو چند ان متلی بخش معلوم نہ ہوں تاہم ایسے مشکل حالات میں اس قسم کے مفروضات کا سہارا لینے کے سوا چارہ کار بھی کیا تھا۔ اور امر واقعہ یہ ہے کہ ہم میں سے اکثر بار بار اس بات کو صحیح تصور کرنے کی بجائے جسے صحیح تصور کرنا چاہیے۔ اسے جو ہمارے مفید مطلب ہو۔ صحیح تصور کرنے لگتے ہیں۔ ایسا کرتے ہوئے اکثر اوقات ہم اپنی سلامتی کی بھی پروا نہیں کرتے۔ اور گو حقیقت میں اس غلط استدلال کو جو ایسے حالات میں موجب تسکین بنتا ہے۔ اسید کے خلاف اسید۔ باغیہا سمجھا جائے۔ تاہم فطرت انسانی کا یہ ایک خاصہ ضرور ہے۔ اور مسٹر مارٹیر کو بھی اس کلیہ سے مستثنیٰ انہیں سمجھا جاسکتا۔

نوع جس نتیجہ پر وہ پہنچی وہ تھا کہ جبکہ رلی ایک سخت بد معاش اور بد قماش شخص تو ہے لیکن اپنے حلقہ احباب میں دیانت داری کو کبھی ہاتھ سے نہیں دیتا۔ اگر وہ فٹے تو وہ کسی

ایسے شخص کی قسمیں تک آ رہیں تو دین نہ کرے گا۔ جس کے بدن پر اس قسمیں کے سوا
 نہ ہو لیکن کبہ شریک جرم کے بدن پر غلی لباس ہو تو اسے چھو ناجی منظور نہ کرے۔ پس کوئی
 وجہ نہیں کہ وہ میرے ساتھ نامناسب یا بیجا سلوک کرے۔
 اس کا یہ خیال صحیح تھا یا غلط۔ اس کا اندازہ غلط نہیں آگے حاصل کے
 خود کر سکیں گے۔

لیکن اس باب کو ختم کرنے سے پہلے ہم اس بارہ میں چند سطور کا اضافہ ضروری سمجھتے
 ہیں کہ جیسا اوپر بیان کیا گیا۔ انسان میں ایک ایسا غیر معمولی طاقتور موجود ہے جس کے زیر اثر وہ
 بات کو نظر انداز کر کے کہ حالات و اثرات کے تابع کسی فعل یا کار کا انجام کیا ہوگا۔ ہمیشہ ہی
 نتیجہ پیش بینی تصور کر لیتا ہے۔ جو اس کے ذاتی مفاد سے تعلق رکھتا ہو۔ اسکی مثال یوں بھی جاسکتی ہے کہ ایک
 شخص انتہائی مالی مشکلات میں مبتلا ہے اس کی حالت اس شخص کی سی ہے جو کسی گری ولسل میں پھنسا ہو اور
 اور جب قدر زیادہ اس سے بچنے کی کوشش کرے۔ یہ قدر زیادہ اس میں نیچے اتر جاتا ہو مگر اس کا وجود وہ حرکت
 لینے دل کر بھی بجاتا ہو کہ کبیری حالت اتنی اتر کر صحت و اقدار میں جو وہ اس کیلئے نہایت فضول اور بے استعمال ہے
 عام لیتا ہے چنانچہ اپنے دل سے کہتا ہے یہ حالت یقیناً زیادہ عمدہ نہیں رہی۔ آخر ضرور کس و کس کے کچل کر گیا ہو
 پھر نہیں تو جو ختم ہوئے ہیں جو ختم اپنی ہنسی کی سیاہ بڑھواؤں گا۔ اور ناکمز کا چند بچے انتظار کرنا تو ایک معمولی بات
 باقی رہا سمجھتا وہ بہت بخاری ہے۔ سوائے میں براؤں سے قرض لیکر دوں گا۔ اس طرح وہ بے نصیب ہو جاتی قلعہ تیرا کر
 لیکن جب وقت آتا ہے تو نہ ہنر ہنسی کی سیاہ بڑھواؤں کا منظر دکھاتا ہے۔ نہ ناکمز کا چند بچے انتظار کرنا۔ لاش وہ قوری ہو کر
 لئے اصرار کرنے لگتا ہے۔ براؤں اس کی مشکلات کی خبر پا کر قرض دینے سے انکار کر دیتا ہے
 اور سمجھتا جس سے پہلے ہی کچھ زیادہ امید نہ تھی۔ اس کا ناٹھ بند کرنے کے لئے قرق زمین کا
 بند و بست کر لے لگتا ہے اس وقت جبکہ وہ بھولا ہو بے نصیب خواب راحت سے بیدار
 ہوتا ہے۔ اور اسے اپنے ساتھ صرف دور استے نظر آتے ہیں۔ یا جیل خانہ کا یا عدالت
 دیوالہ کا تو اپنی در سے کڑا ہوا چلا کر کہتا ہے ”مجھے پہلے ہی اندیشہ تھا کہ یہ حالت
 ہو گی۔ حالانکہ واقعیت میں وہ برسوں اس حقیقت کے خلاف تصور باندھتا
 رہا۔“

یہی حال اس شریط عاشق کا ہے جس نے اپنے معشوق سے اظہارِ محبت کا کیا
 ہو لیکن کرنے کی تنہا رکھتا ہو۔ وہ بار بار اس کے سامنے حال دل کہنے کا ارادہ کرتا ہے

مگر پھر اس خیال سے رک جاتا ہے کہ ایک بار وہ مجھ سے زیادہ فکیل جو ان کو دیکھ کر سکرانیا تھا اس حقیقت حال کے باوجود وہ اپنے دل میں بھی کہے جاتا ہے کہ اس ظالم کی ظاہر داری کچھ ہو علی محبت اسے مجھی سے ہے۔ میں نے اسے بار بار اپنی طرف کن اکھیوں سے جھانکتے دیکھا ہے۔ کئی بار میرے ہاتھ میں اس کا ہاتھ مہانپا ہے۔ اور میں نے اس کے سامنے سوہم نامک یا کسی نے ناول کا ذکر بھی کیا۔ تو میرے سوالات کا جواب دیتے وقت اس کی آواز میں گھٹت پیدا ہوتی رہی ہے۔ بخلاف انہی رقیب سے اس کا تعلق محض سطحی ہے۔ اور تو دل سے اس کو اس بات کا انتظار ہے کہ میں اس سے شادی کی درخواست کروں۔ ایسے ہی خیالات میں وہ شب و روز الم خیز سرت میں بسر کرتا ہے۔ اگرچہ وہ رہ کر اس کے دل میں کئی طرح کے ساندیشے بھی پیدا ہوتے ہیں۔ ان دل خوش کن امیدوں کی تہ میں جنہیں وہ اپنی زندگی کا سارا سمجھتا ہے۔ اسے قلبی تشویش کا احساس بھی ہوتا ہے۔ لیکن وہ اسے نظر انداز کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ جی الکا انجام کار ایک دن اسے ایک دوست کی زبانی معلوم ہوتا ہے کہ اس نڈال کی شادی کل نڈال نوجوان سے ہو گئی۔ جس سے اسے وعدہ راز کی محبت تھی۔ اس وقت وہ سادہ لوح جو ان سخت پریشانی کے عالم میں کتا ہے "آہ! میں پہلے ہی سمجھتا تھا۔ اسے میری کچھ زیادہ پروا نہیں۔"

لیکن اس سے بدتر . . . ہزار درجہ بدتر حالت اس شخص کی ہے جو جرم کا مرتکب ہوتا ہے۔ اس محر کی حالت کو دیکھئے جو کسی وابستہ کے اخراجات پورا کرنے کو یا عمو کپڑوں کے شوق میں یا اپنے حلقہ احباب میں نمود و نمائش کی خاطر اپنے آقا کی نقدی میں خیانت کرتا ہے۔ پہلے وہ چھوٹی اور ناقابل احساس رقوم اڑاتا ہے۔ اور کسی کو اس کا علم نہیں ہوتا اس اس کاوصلہ ڈیتا ہے۔ اور وہ نسبتاً زیادہ سنگین جرائم کا مرتکب ہونے لگتا ہے۔ اس اثنا میں وہ بھی نیچے کی کوشش کرتا ہے۔ کہ میرے اس فعل کو کوئی معلوم نہیں کر سکتا۔ لیکن اس خوش فہمی کے باوجود وہ ہم اور نا معلوم اندیشے مقتولین کے سایہ کی طرح شب و روز اس کے ساتھ ساتھ لگے رہتے ہیں۔ اور وہ فکر ہے وہ نظر انداز کرنا چاہتا ہے۔ اس کی شراب میں کڑواہٹ اور اس حسرت کے لب لعین میں حلاوت کی بجائے تکی پیدا کر دیتی ہے۔ دن میں ہزاروں مرتبہ وہ اپنے دل سے کہتا ہے "یہ غیر ممکن ہے کہ کوئی اس معاملہ سے غیور ہو۔ کیونکہ میں غیر معمولی احمق اپنے لیے کی لیتا ہوں۔ ایسے بڑے کاغذوں میں چند شنگ۔ پلوٹے۔ پچے اور ہر چائیں تو۔ کہ معروف ابتدائی

اس کے علاوہ میں حساب کی کتابوں میں آمدنی اور خرچ کی ایسی بدہ ملا تاہوں کسی کو بے حد ترین شہ پہنچا نہیں ہو سکتا۔ میرا آقا مجھ پر مہربان ہے۔ وہ مجھے اپنا معتمد سمجھتا ہے۔ اور میرے خلاف تو اسے کبھی شہ نہیں ہو سکتا۔ اور اگر اسے اس کا پتہ ہو بھی ہو گیا۔ اگرچہ ایسا ہونا صریحاً غیر ممکن ہے۔ لیکن بالخصوص ایسا ہو گیا تو وہ یقیناً مجھے ذلیل نہیں کرے گا۔ وہ معاذ کو رفت گذشت کر دے گا۔ اور مجھ پر مقدمہ چلایا جائے تو قطعاً غیر ممکن ہے۔“

اسی لمحہ وہ بے وقوف اپنے دل کو ایسی ایسی دلیلوں سے ہرزوڑ بھجایا کرتا ہے۔ حالانکہ صریحاً کہتا ہے میرا آقا مجھ سے نسبتاً سرد مہری کا سلوک کرنے لگا ہے۔ اور اسے میرے خلاف کچھ نہ کچھ شہ پہنچا ہوا ہے۔ مگر وہ ان باتوں کو نظر انداز کر دیتا ہے جی کہ ایک سارا بیٹا اچھوٹ جاتا ہے بیوقوف جو ان حالات میں بیچتا ہے۔ آقا جو بڑا جھل اور مہربان تھا۔ خندی اور سخت گیر ثابت ہوتا ہے۔ عدالت سے جس دوام عبور وریاے شر کی منزل جاتی ہے۔ اس وقت قیدیوں کے جہاز میں کھڑے بچوں نے پریشا ہوا رہ بنصیب دلی پنج سے کراہتا ہوا کہتا ہے ”مائے میری حاکمات کہیں وقت پر نہ سنبھل گیا۔ کیونکہ یہ انجام تو مجھے یوم اول ہی سے نظر آ رہا تھا۔“

پیارے ناظر! زبانی خدا بھی حقیقت حال کے خلاف غلط تصور قائم نہ کیجئے گا۔ نا کہ کچھ عرصہ کے لئے آنرا اندر کا اول الذکر پر غالب کیا جاسکے۔ لیکن انجام کار معلوم ہو جائے گا کہ جو شخص حقیقت کی راہ صراط سے ہٹتا۔ اس کا پھر شکست کی ناقابل اختتام خطرناک لہ کے سوا کہیں ٹھکانا نہیں۔



عشق کا دوسرا سبق

باب ۱۷۲

وہ دن جس کے واقعات ہم نے سطور بالا میں قلمبند کئے ہیں۔ واقعات کی کثرت اور نوعیت کے اعتبار سے اس داستان میں خاص اہمیت رکھتا ہے۔ چنانچہ ان گینس ورنز کی زندگی میں بھی یہ ایک قابل یاد کار دن تھا۔

سنسزائیم کو متحیر اور مشوش چھوڑ کر وہ نیگہ کی طرف آئی۔ اور شاندار نشست گاہ میں ایک زیب بیٹھ کر اس نے سامان مصوری کو جمع کیا۔ اور اس نگارہ کی تکمیل پر آمادہ ہوئی جس پر تکیں کرنے کے دن پیشتر کیا تھا۔

لیکن قہم ہاتھ میں لینے کو جی نہ چاہتا تھا۔ خیالات الجھے ہوئے اور طبیعت بے چین تھی
کئی طرح کے نئے احساسات اس کے سینہ میں بیدار ہو چکے تھے۔

۱۔ فتنہ اس نیچے کی تنہائی جس میں وہ بڑے اطمینان اور سکون کی زندگی بسر کرتی تھی۔
پریشان کن معلوم ہوئے لگی۔ سکون اور اطمینان کی وہ الگ سی حالت باقی نہ رہی۔ گارہ بڑی کوشش
کے باوجود یہ معلوم نہ کر سکی کہ کیوں؟

تفہم ہاتھ سے رکھ کر وہ اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئی۔ اور کھڑکی کے قریب پہنچی جس سے
رنگ میدان، سبزہ زار نظر آتا تھا۔

سانس تھوڑے فاصلہ پر شاہراہ ختمی۔ دیکھتے دیکھتے اس شرک پر سے ایک گاڑی گذری
جس میں دو جوان عورتیں اور دو مرد سوار تھے۔ سب کے سب خوش و خرم اور ہنس ہنس کر باتیں
کر رہے تھے۔ یہ دیکھ کر انگلیں کے سنے سے بے اختیار ایک سرزد آنکلی۔ اور اس کے دل میں
خیال پیدا ہوا۔ کاش میسر بھی دوست اور رفیق ہوتے تو میں اس طرح ہنس کر خوش
ہو سکتی۔

تھوڑی دیر اور گز گئی۔ اور اب ایک شریف مرد اور ایک خاتون گھوڑوں پر سوار اس شرک
پر گزرے۔ دونوں آہستہ آہستہ چل رہے تھے۔ اور بظاہر سرگرم گفتگو تھے۔ شہزادہ حسین نے
غلاب بیچے کو الٹ رکھی تھی۔ رخسار مسخ تھے۔ اور انکھیں ملاست کے ساتھ اس مرد کے
چہرہ کی طرف دیکھ رہی تھیں جس نے اس کی طرف منہ پھیر رکھا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ
اس کی باتیں سن سکر سبب خوش ہو رہی ہے۔ خاتون کے چہرہ پر اس قسم کی حقیقی مسرت اور سچی راضی
کے آثار نمودار تھے۔ کہ اسے دیکھ کر انگلیں درن کے سینہ سے پھر ایک آہ سرزد آنکلی۔ وہ سوچتی تھی
میں۔ غصے کو منہ خفا کی ہے کہ مجھے اس تنہائی میں بند رکھا جاتا ہے۔ حالانکہ میری عمر
لڑکیاں اپنے دوستوں اور رشتہ داروں کے ساتھ آزاد پھر رہی ہیں۔ کیا وجہ ہے کہ میں اس
چار دیواری میں محبوس ہوں۔ اور وہ لعلما تے سبزہ زاروں اور دیہات کی سرسبز گلیوں
کی سیر کر سکتی ہیں۔

یہ پہلا موقع تھا کہ انگلیں درن کے دل میں اپنی حالت پر مسرت یا بے اطمینانی کا احساس
ہوا۔ اس نے اس پر غالب آنے کی کوشش کی اور کھڑکی سے ہٹ کر اس خوشنما منظر پہلے کی
سے ایک پالتو چاکا نام ہے۔ ترجمہ۔

بڑھی۔ جو اپنے پتھر میں پھنس کر رہا تھا۔ لیکن آج اس کے دلغریہ چھپوں میں بھی اس دوشیزہ کے لئے ٹوٹ نہ رہی تھی۔ وہ چونکہ نظم و نیک و پاک لڑکی تھی۔ اس لئے اسے اس خوش الحان پرندہ کی طرف سے اپنی بے التفاتی کا بہت افسوس ہوا۔ لیکن مجبوراً اور بے اختیار مٹتی۔

دوبارہ کسی پربھیہ کر اس نے پھر تصویر پر توجہ دی۔ آج تک یہ کام اس کے لئے غایت درجہ مرغوب تھا۔ مگر آج اس میں ذرا سا لطف بھی باقی نہ رہا۔ تا چارہ علم دوبارہ ماتہ سے رکھ کر اس نے ”اپوخص“ کی جلد اٹھالی۔ تاکہ اس قصہ کے آخری حصہ کا مطالعہ کر دے۔ لیکن نگاہ کتاب کے اوراق پر تھی۔ اور خیالات اور معاملات کی طرف۔ کبھی لارڈ وولیمز کی چٹھی یاد آتی تھی۔ کبھی وہ گفتگو جو سنسز مارٹین کے ساتھ ہوئی۔ اور کبھی یہ بات کہ وہ ملاقات غیر متوقع طریق پر یکایک ختم ہو گئی۔ بڑبستی الجھن کے زیراثر اس نے کتاب کو ہاتھ سے رکھنا اور پیانو کے تزیین بیٹھ گئی۔ اس نے اپنی مازک انگلیوں کی مدد سے ایک پرسوز نغمہ شروع کیا۔ لیکن آج موسیقی کی دلغریاں بھی طبیعت پر اثر انداز ہونے سے قاصر تھیں۔ اس کی بے چین رچ کو اس سے بھی سکون حاصل نہ ہوا۔

سخت اضطراب اور پریشانی کی حالت میں اس تبدیلی سے خوف زدہ ہو کر کمر پکاتیک اس کے مزاج میں پیدا ہو چکی تھی۔ وہ پھر باغ میں کل آئی۔ اور نشست گاہ کے گلہ انوں میں سجانے کو درکارنگ کے پھول اکٹھے کرنے شروع کئے۔ لیکن آج اسے نرگس بیار۔ کلاب بے نمک اور سوسن بے رنگ نظر آتی تھی۔ کہاں تو وہ حالت کہ وہ ایک ایک پھول کو توڑ کر گھنٹوں اس کی تعریف کیا کرتی۔ اور کہاں یہ کیفیت کہ اس نے ایک دو روشوں پر پھر کھل جلد چند پھول چن لئے۔ باروہ بھی سخت بے لطفی سے۔

کسی طرح طبیعت کو پہلے نہ دیکھ کر وہ باغ کے ایک تنہا اور سایہ دار کونج میں چلی گئی۔ وہاں منجلی سبزہ پر بیٹھ کر اپنی حالت پر غور کرنے لگی۔ اپنی تھمائی کی زندگی کے متعلق طے طے کے خیالات اس کے دل میں پیدا ہونے لگے۔ وہ حیران تھی کہ میری پراسرار زندگی کا راز کیا ہے۔ لیکن رفتہ رفتہ بے خبری میں ان خیالات نے ایک اور سال کا بچہ اختیار کر لیا۔ اور اب لارڈ وولیم کے خط کا مضمون اور وہ باتیں جو سنسز مارٹین نے مضمون عشق پر اس سے بیان کی ہو سکتی تھیں۔ دل میں اختلال پیدا کرنے لگیں۔

ہمارے ناظرین میں سے کوئی ہے جو ان علامات سے اصلی مرض کو نہ سمجھا ہو؟ اور پھر تو اس بے خبر کو معلوم ہو جائے کہ معصوم انجینس کچھ مرض عشق میں مبتلا ہو گئی ہے۔ یہ جیسے وحشت۔ یہ اضطراب سب اسی کی علامات تو ہیں۔

ٹریوین کے خط کو پڑھ کر اس نے جو کچھ کیا۔ اس کے لئے وہ اپنے آپ کو قابلِ ملامت نہ سمجھتی تھی۔ کیونکہ اس کا ضمیر کت تھا۔ عاقبت اندیشی اور اخلاق کا تقاضا یہی تھا۔ بچہ نقہ اس پر آگیا تھا کہ مسٹر ڈیوڈ کے منہ سے نکلے ہوئے بعض الفاظ کی وجہ سے مجھے راقم کے عاکی صداقت پر شک کرنے کا موقع ملا۔

لیکن پھر اس نے سوچا کہ شاید بڑھی عورت نے مجھے دھوکا دیا۔ اور نہ یہ کیونکہ ممکن ہے کہ جو باتیں اس نے خائیں تحریر کی تھیں۔ انہی کی تردید وہ پینا مبر عورت کی زبانی کرتا۔

اپنے دل سے مخاطب ہو کر وہ کہنے لگی "کیا اس نے اپنے خط میں بالکل صاف لفظوں میں یہ نہیں لکھا کہ میں کوئی بات تمہارے والد سے چھپا کر نہیں رکھنا چاہتا؟ اگر ایسا ہے تو وہ اس عورت کی زبانی یہ پیغام کیوں کر بھیج سکتا تھا۔ کہ میں سارے معاملہ کو والد سے پوشیدہ رکھوں۔ آہ! اس عورت نے ضرور مجھے دھوکا دیا ہے۔ اور میں نے محض ایک غلط فہمی میں مبتلا ہو کر راقم خط کے متعلق بیگانگی کو دل میں جگہ دی۔"

اس نتیجہ پر پہنچ کر اسے سخت بچ ہوا لیکن پھر اس نے سوچا۔ اگر مسٹر ڈیوڈ نے اس ملاقات کی صحیح کیفیت لاڈولیم ٹریوین سے بیان کی تو وہ دوسری خط کے نفل کو معصوب نہ سمجھے گا۔

مگر انہوں نے وہ تو مسٹر ڈیوڈ سے یہ بھی کہہ چکی تھی کہ راقم خط سے کہہ دینا وہ میرا خیال دل بحال ہے۔ کیا عجیب سے بچہ مسیکہ خیال کو ہمیشہ کے لئے نظر انداز کر دے۔

نبولی معصوم انجینس۔ ابھی تو عشق کی ابتدا اُئی منزل میں ہے۔ اور نہیں جانتی۔ وہ محبت کتنی اٹھاؤ اور ہر گیر ہے۔ چڑیو لین کے دل میں تیز سے لئے ہے۔ اس میں شک نہیں۔ گذشتہ چند گھنٹوں میں تو عشق کا درس اول حاصل کر چکی ہے۔ اور تو نے اس جذبہ لامحدود کے اسلمہ عظیم کو کسی حد تک سمجھنا شروع کر دیا ہے۔ جو نتیجہ پر بھی اثر انداز ہوا ہے۔ ہر چند کہ تیری آنکھوں سے بے خبری کا پردہ کسی حد تک ہٹ گیا ہے۔ اور اب تو قلب انسانی کی مخزینہ کو پہلے کی نسبت زیادہ صفائی سے پڑھ سکتی ہے۔ لیکن ابھی تو سیر سین میں عشق کا عرف ابتدا اُئی

پیدا ہوا ہے۔ یہ اس نور کی ہلکی سی جھلک ہے جو قلب انسان کو سنہرے کرتا ہے۔ اس کا
 اساس ابھی تیرے اندر بہم اور ناقابل بیان ہے۔ کیونکہ تو اتنی مصمم اور بے خبر دختر
 فطرت ہے۔ کہ یہ بات تیرے دہم و لگان میں نہیں آسکتی کہ عشق کا جذبہ استوار اور دائم
 ہے۔ اور اپنی ناواقفیت کے باعث تجھے اس کا طسلیق علم نہیں کہ تیرا بھیجا ہوا جواب
 اگر یومین تک پہنچ بھی گیا۔ تو وہ ٹھیک اسی طرح اس کی ذرا پرانہیں کرے گا۔ جیسے بحر مستطام
 کو اس حقیقہ انسان کی پروا نہیں ہوتی۔ جو اپنی حماقت کے زعم میں اس کے کنارہ پر کھڑا ہو کر اسے
 تم جانتے کا حکم دیتا ہے۔

چند گھنٹوں تک انگینس اس کچھ تنہائی میں عشق کے خواب اول میں محو سرشار رہی۔ اور آخر
 جب اس کی حسین خادریہ اطلاع لے کر آئی۔ کہ شام کا کھانا تیار ہے۔ تو چونکہ کراٹھ کھڑی ہوئی
 اور کہنے لگی ”اوہ! چار بج گئے کیا ہاں تو سمجھتی تھی ابھی دوپہر ہے۔“

جہین نے اپنی اتانی کی طرف نظر حیرت سے دیکھا مگر کچھ نہیں سنا۔ اور اس کے ذرا دیر بعد
 وہ اس بات کو بالکل ہی بھول گئی۔ کہ انگینس نے کسی غیر معمولی حالت کا اظہار کیا تھا۔ کیونکہ مکان
 کی طرف واپس جاتے ہوئے خود انگینس نے اپنی صورت کو زیادہ پرسکون بنا لیا ہوا اپنے خیالات پر
 اچھی طرح قابو پایا تھا۔ چنانچہ اسے تیزی سے قدم اٹھاتے چلتے دیکھ کر خادریہ نے غلطی سے یہ سمجھا کہ
 وہ بڑھاپہ غرض غورم ہے۔

خیر شام کا کھانا ختم ہوا اور اس سے فارغ ہو کر انگینس پھر باغ میں نکل آئی۔ جس کی روشوں
 پر وہ خوب آفتاب کے وقت تک چھٹی رہی۔ شام کا وقت نہایت دلغریب اور راحت
 بخش تھا۔ ہوا چھوٹوں کی ٹمک سے عطر نیر مٹی۔ اور اس میں اڑتے ہوئے کیڑوں اور شہد کی مکیدوں
 کی جھنجھٹا ہٹ سنائی دے رہی تھی۔ یہ منظر وہ اس دوشیزہ کے پرہیزگار خیالات کے
 لئے نہایت دلچسپ ثابت ہوا۔ اور اگرچہ ٹھکی ماندی مٹی۔ تاہم ذرا دیر اور سیر کرنے کو حرکت گئی
 اس کے علاوہ وہ محسوس کرتی تھی کہ یہاں باغ کے اندر قدرت کی گود میں زہر کھجے اس سے
 بہت کم تنہائی محسوس ہوتی ہے۔ جس قدر صبح نشہ نگاہ میں ہوتی تھی جبہ مصوری۔ موسیقی اور کتاب کا
 کوئی بھی چیز طبیعت کو سہلانے میں مددگار نہ ہو سکی۔

معلوم نہیں کس لئے باغ میں سیر کرتے ہوئے انگینس درن بارہ اعمداً اس مقام کے پاس
 ہو کر گزری۔ جہاں صبح کے وقت اس کی سسرالی شہر سے گفتگو ہوئی تھی۔ جو لوگ مبتلائے عشق میں

یہ مبتلائے عشق رہ چکے ہیں وہ کہیں گے کہ یہ کسی سہم اور ناجائز میان یکے اثر ملک جو اس دوشیزہ کے قدموں کو بار بار ادا کرے جاتا تھا۔ وہ امید جو اس دوشیزہ کی بے لوث اور پاک سہا میں محضات خود اپنے اثرات سے پیدا کر رہی تھی۔ اور جو باد صبا کی اہنگی کے ساتھ اس کے کانوں میں یہ آواز پہنچا رہی تھی کہ شاہزادہ یمن کا قاتل اس کی طرف سے یہ پیغام لے کر واپس آئے کہ پیغامبر نے اپنی طرف سے چاہے کچھ کہا ہو۔ بہر حال سیکہ خیالات وہی ہیں جو خط میں درج تھے۔ ان کی صداقت دو یا نہت اور راست شکاری میں کچھ بھی فرق نہیں۔

... اور اب سو کیجئے حسین انگین ایک بار پھر اسی مقام پر کھڑی ہے جہاں صبح کے وقت اس نے اس خط کا مضمون پڑھا تھا۔ جس نے اس کے سینہ میں جذبہ عشق کو بیدار کیا۔ دیکھئے بہت کی طرح بے حرکت وہ بارغ کے ایک تنہا مقام پر درختوں کی چٹیوں میں چھپی کھڑی ہے۔ دور کے ایسے سپید لباس میں اس کے اعضا کی موزونیت اور زیادہ نمایاں صورت اختیار کر رہی ہے اور افق مغرب میں غروب ہوتے ہوئے آفتاب کی کرنیں سبز پتوں کے اندر سے چمن کر اس کے چہرہ پر پڑتی ہیں تو ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کوئی فتنہ شہتہ اس مقام کی پاسبانی کر رہا ہے۔

یہ ایک وہ خوشحالی اور کان لگا کر سنتی ہے جس طرح جنگل میں ڈرپوک ہرنی دور سے کسی ایسی آواز کو سن کر خشک جاتی ہے۔ جو شکاری کتوں کے بھونکنے سے مشابہ ہو۔ پسوں کی گونگد اہٹ اور گھوڑوں کے سموں کی آواز اس کے کانوں تک پہنچتی ہے اور یہ آواز لکھ بے لکھ قریب تر ہوتی جاتی ہے۔ یہ معلوم ہوتا ہے گاڑی اسی گلی کی طرف آ رہی ہے۔

نکس اس گلی میں گشتیاں تو ہمیشہ آیا کرتی ہیں۔ پھر کیا وجہ اس حسینہ کا دل کج پھر وہ میں بند چڑیا کی طرح پھر پھڑکا رہا ہے۔ وجہ ظاہر ہے کہ کج اس دل میں یہ خیال موجود ہے کہ واقعہ بدخبر میں آنے والا ہے وہ میری قسمت سے غیر متعلق نہیں۔ یہ ایک اور بند ہو گئی۔ معلوم ہوتا ہے گاڑی مرک گئی۔ اور اب پھر چاروں طرف غبار مٹی چھائی ہوئی ہے۔

صبح افق مغرب میں و سہم بچے اترتا جا رہا ہے لیکن ابھی احوال باقی ہے۔ اس کی اور بھی کونوں کی سرخی نے درختوں کے سبز پتوں میں موسم خزاں کی دروی پیدا کر دی ہے۔ اس کا

میں بچے ہوئے سب۔ زرد و ناشپائیاں اور قرمزی رنگ کے چیری جو درختوں کی شاخوں پر جا ہرات کی طرح ٹکے ہوئے ہیں۔ نمایاں صورت اختیار کر رہے ہیں۔ اور بیووں سے لے دی ہوئی شاخوں کے درمیان اس نوجوان حسینہ کا چہرہ اس وقت جبکہ وہ فکر و تشویش کی حالت میں اس خفیف ترین آواز کی منتظر ہے۔ جو کسی انسان کی آمد سے مشابہ ہو ایک عجیب شان و اہری رکھتا ہے۔

ایک ریشمیں کپڑوں کی سرسراہٹ اور کسی کے باہنگی چلنے کی آواز سنائی دی۔ اور چونکہ بارغ کی سطح گلی سے بلند تھی۔ اس لئے انگینس نے غور سے دیکھا تو معلوم ہوا کہ گلی کے اندر ایک خاتون تیزی سے قدم اٹھاتی چلی آ رہی ہے۔

مگر افسوس وہ سسزائیر نہیں تھی! اس سے اس حسینہ کے دل میں سخت مایوسی ہوتی ہے۔ خصوصاً اس لئے کہ وہ سمجھتی ہے۔ ٹیوٹین کسی اور عورت کو پیغمبر سام لے جانے کا نزعن سپرد نہیں کرے گا۔

پھر اس کے دل میں خیال پیدا ہوتا ہے۔ مجھے تو خوش ہونا چاہیے کہ والد کی عدم موجودگی میں یہ معاملہ چلا تھا وہیں رہ گیا۔ اور یہ سرسراہٹ معیوب تھا کہ میں یہاں پر ایک نیا بہم اور خفیف امید پر کسی کی منتظر کھڑی رہی۔

ایک آہ سرد بیکر کہ وہ مکان کی طرف واپس جانے کو بھیج کر اپنا نام شکر حیرت و استعجاب اور امید و بیم کی حالت میں چھڑک جاتی ہے۔ کوئی زمانہ تو اسے بڑے ہی ظالم اور پیارے لفظوں میں بگاڑ رہی ہے۔

”انگینس... پیاری انگینس۔ ٹھیکر جاؤ۔۔۔ پینڈ منٹ کے لئے تو ٹھہر جاؤ۔ میری پیاری لڑکی۔ میں انتظار کرتی ہوں۔ تم نہیں جانتی ہو کون نہیں بلاتا ہے؟“ یہ الفاظ زبانت پر محبت اور رگڑ بوشانہ لہجے میں کہے گئے تھے جس کی وجہ سے انگینس کے دل میں فوراً ہی اس خاتون کی طرف ایک کشش پیدا ہو گئی جس کا خوشامیہ چہرہ اب اسے اپنے سامنے نظر آ رہا تھا۔ اور جس کے چہرہ پر گہری التجا کے آثار نمودار تھے۔

”میڈم میں ٹھہر جاتی ہوں۔ میں آپ کو اس ذرا سی درخواست میں مایوس نہیں کرتا چاہتی“ انگینس نے رکتے رکتے کہا۔ اور اس وقت وہ پھر اس بات کو باطل بھول گئی۔ کہ

والد نے مجھے اجنبیوں سے ملنے کے خلاف کتنی زبردست تاکید کی تھی لیکن آپ کو میرا نام کیونکر معلوم ہوا اور یہ فرمایا ہے آپ کون ہیں؟

”مائے ایہ سوال تم مجھ سے پوچھو؟ اس عورت نے دونوں ہاتھ سخت پریشانی کے عالم میں جوڑتے ہوئے کہا۔ ”لیکن مجھے بالکسی ذمہ داری سے پریشانی کے کس قدر تصور سے مشابہ ہے؟ اس نے سوجہ دل کر لیا اور سر پر کرتے ہوئے کہا ”انگینس جان سے پیاری انگینس۔ میں نے تم سے بہت کچھ کہا ہے۔ میں نے تمہیں بہت سی ایسی خبریں سنچانی ہیں جنہیں منکر تم خوش ہو جاؤ گی۔ لیکن یہ ٹھیک نہیں کہ ہم اس ہاؤس میں داخل کر کے باتیں کریں۔ کیا تم سب کے پاس یہاں نہیں آ سکتی ہو؟ ... یا کیا تم اس کی اجازت نہ دو گی کہ میں تمہارے پاس دکان آ جاؤں؟ میری عزیز۔ میں تمہیں چھاتی سے لگانے کو بے قرار ہوئی جاتی ہوں۔ مائے افسوس کہ میں تم سے اتنی قریب ہو کر بھی اس ہاؤس کی وجہ سے اتنی دور ہوں!“

”میڈم۔ مجھے حیرت ہے آپ کی باتوں کا کیا جواب دوں؟“ انگینس نے جس کے سینہ میں سرت۔ امید اور ایم کے شکر کا اثرات کام کر رہے تھے۔ اور جس کا دل اس وقت لامحدود و عمیق اور ناقابلِ فہم جذبات کا سمندر بنا ہوا تھا۔ ”آپ کے الفاظ میرے دل پر اس قسم کا اثر پیدا کر رہے ہیں جسے میں بیان نہیں کر سکتی۔۔۔“

”بے شک انگینس۔۔۔ پیاری انگینس“ عورت نے اپنے بازو التجائی انداز سے اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ ”یہ قدرت کا قطعنا ہے لیکن اسے پیاری نہیں سب کے پاس آنے میں تامل کیوں ہے؟ معلوم ہوتا ہے کسی نے تمہیں خبردار کر دیا ہے۔۔۔ معلوم ہوتا ہے کسی نے تمہیں ملنے والوں کو مشتعل نظر سے دیکھنے کی تاکید کر دی ہے۔۔۔ مائے افسوس! مجھے یہ جان کر کتنی پریشانی ہوتی ہے کہ تم مجھے بھی شک و شبہ کی نظر سے دیکھتی ہو!“

اور یہ الفاظ سخت ذہنی اضطراب کی حالت میں کہلا کر قانون نے زار زار بنا شروع کر دیا۔

انگینس زور و زور سے خاموش۔ لرزہ برائے نام کھڑی رہی۔ کوئی غیبی آواز اسے کہہ رہی تھی کہ اس عورت کی قسمت میری قسمت سے وابستہ ہے۔ لیکن اس کے باوجود وہ اس بارے میں

صحیح رائے قائم کرنے سے قاصر تھی۔ کہ اس کا مجھ سے کیا رشتہ ہو سکتا ہے۔ کسی غیبی اشارے سے اس عورت کی طرف بڑھنے کے لئے اکسایا۔ جو باڑ کے دوسری طرف کھڑی رو رہی تھی۔ جی چاہتا تھا کہ وہ میرا اپنے بازو میری طرف پھیلائے۔ اور ہمارے درمیان باڑ کی رکاوٹ مٹا دے۔ مگر تو میں اس کی چھاتی سے لگ جاؤں۔ پھر ہم دونوں مل کر روئیں۔ اور ایک دوسرے سے ہمدردی کا اظہار کریں۔

”اگھیس۔۔۔ پیاری اگھیس“ اس خاتون نے دفعتاً مرموشی توڑ کر آئینہ پوچھتے ہوئے بڑے دردناک لہجے میں کہا۔ ”میں سمجھا کرتی ہوں کہ کیا تم میرے پاس آ جاؤ یا بتاؤ میں کس راہ سے تمہارے پاس آؤں کہ کوئی مجھے دیکھ نہ لے لیکن ہاں“ اس نے یکایک ایک فوری خیال کے زیر اثر کہا۔ ”یہ تو کھو وہ۔۔۔ تمہارے والد یہیں ہیں؟“

”نہیں والد یہیں گئے ہوئے ہیں، اگھیس نے جواب دیا۔۔۔ وہ۔۔۔“
 ”خدا کا شکر ہے!“ اجنبی عورت نے اتنی گرمجوشی کے لہجے میں کہا کہ دو شیزو حیرت زدہ ہو گئی۔ ”لیکن مسٹر گفرڈ۔۔۔ کیا وہ اب تک زندہ ہے؟“ کیا وہ ابھی تک تھا پاس رہتی ہے؟“

”ہاں وہ مکان ہی پر ہے“ اگھیس نے ان سوالات پر اور زیادہ متعجب ہو کر کہا۔ اس کا تعجب دو گونہ تھا۔ ایک سوالات کی نوعیت پر اور دوسرے اس لئے کہ اس عورت کو ہمارے گھر کے اس قدر حالات کا علم کیونکر ہوا۔ ایک اور وجہ اس کے متعجب ہونے کی یہ بھی تھی کہ اجنبی عورت یہ سوالات بڑی سرگرمی سے پوچھ رہی تھی۔

”پھر میں تم سے بارغ میں کیونکر آ کے ملوں؟“ اس خاتون نے سخت اظہارِ تا سلف کرتے ہوئے کہا۔ ”اے اگھیس تو نہیں جانتی اس دل میں تھیکہ لے گئی تیرے دست محبت۔۔۔ اس سینہ میں کتنی پر زور کشش ہے جو مجھے اکساتی ہے۔ کہ اس باڑ کو چسپ کر کے کہاں پہنچ جاؤں۔ اور نیچے چھاتی سے لگاؤں۔ سنگ دل لڑکی۔ مجھے اس کشش و پغ کی حالت میں نہ رکھ۔ اور چھاتی سے لگ جا۔ تو یہی سمجھ کہ میں تیری ماں ہوں۔۔۔“

”میری ماں!“ اگھیس نے امید و متعجب کے مشترک لہجے میں کہا۔ اور اس کے ساتھ ہی ناقابلِ بیان جذبات کا اتنا ہجوم اس کے سینہ میں پیدا ہوا کہ وہ ان سے مغلوب

ہونے لگی۔ وہ یقیناً لاکھ لاکھ فرس زمین پر گر جاتی۔ اگر سہارے کے لئے ایک درخت قریب نہ ہوتا۔

”انگینس۔۔۔ انگینس“ عورت نے التجا کے لہجے میں کہا ”ایسے خیالات کو دل میں جگہ نہ دو۔ جو تمہیں پریشان خاطر کر دیں۔ کیونکہ اس وقت سب سے زیادہ تمہارے اوسان کی بحالی کی ضرورت ہے۔ انگینس۔۔۔ پیاری انگینس۔ بولو۔ میری بات کا جواب دو۔۔۔“

”لیکن آپ کون ہیں؟۔۔۔ آئی۔ آپ کون ہیں؟“ حسین دوشیزہ نے سخت پریشانی کی حالت میں کہا ”عجیب خیالات۔۔۔ عجیب و غریب امیہیں۔۔۔ حیرت افزا قیاسات میرے ذہن میں پیدا ہو رہے ہیں۔ امد میں نہیں جانتی۔ کہ مجھے کیا کرنا چاہیے“

یہ کہتے ہوئے وہ پھر باڑ کے قریب آئی۔ اس نے خیالات کو مجتمع کرنے کے لئے پیشانی پر ماتہ پھیرا۔ اور بالوں کی لٹوں کو جو پریشانی کی حالت میں اس چاند کے ایسے چہرہ پر اس وقت چھا گئی تھیں جب درخت کے ساتھ لگنے کے عمل میں اس کی ٹوپی ہلی نیچے پڑا۔

”تم پوچھتی ہو۔ میں کون ہوں؟“ حاتون نے کہا ”دیکھ انگینس میری پریشاں حالی پر رحم کرو۔ مسیہ کی چمپاتی سے لگ جاؤ۔ کہ میں تمہیں سارے حالات سے خیردار کروں“

”ٹھہریئے۔ ٹھہریئے“ انگینس نے اس آخری التجا سے بیدار ہو کر کہا ”خواہ کچھ ہو جائے۔ میں آپ کے پاس آتی ہوں“

ملاپ

باب ۱۷۷

اس بات سے لاپرواہ ہو کر کہ میں کیا کر رہی ہوں۔ والد کے احکام کو نظر انداز کر کے حزم و احتیاط کو بھی بالائے لہاق رکھتے ہوئے فقط ان جذبات کے تابع ہو کر جو اس کے سینہ میں فطرت کی اپنی غیبی آواز کے زیر اثر پیدا ہو رہے تھے۔ عورت نشین حسینہ

باڑ کے پاس سے ہٹ کر اجنبی خاتون کی نظروں سے غائب ہو گئی۔ باغ کے باہر وہ عورت اس خیال سے سخت تشویش کی حالت میں کھڑی تھی۔ مبادا کمینوں میں سے کوئی انگینس کو باہر آنے سے روک دے۔

لیکن انگینس کو باہر آنے کے لئے مکان سے ہو کر گزرنے والی صہیل کا ایک چھانک لگی کی طرف کھلتا تھا۔ وہ اس راستہ سے چل کر لگی میں نکل آئی۔ اور چونکہ خادماؤں میں سے کوئی بھی اس طرف موجود نہ ہو سکتی تھی۔ اس لئے اسے کسی خاص احتیاط کی ضرورت پیش نہیں آئی۔ اگر اس قسم کے اتفاقات ظہور میں آتے کہ وہ اس راستہ سے نہ گزر سکتی۔ اور اسے سوچنا پڑتا کہ میں خادماؤں سے نظر بچا کر کس طرح باہر جاؤں تو اس کی معصوم اور پاکیزہ روح یقیناً اسے اپنی حالت پر غور کرنے کے لئے اکساتی۔ اور وہ سوچتی کہ مجھے والد کے احکام کی خلاف ورزی کرنی چاہیے یا نہیں۔ اس صورت میں وہ سیدھی ستر گھر کے پاس جاتی۔ اور ستر گھر کا جواب جو کچھ ہوتا وہ چونکنا ظاہر ہے اس لئے نتیجہ اس اجنبی عورت کی اسید اور آرزو کے سراسر خلاف ہوتا۔ جو اس حسینہ کی آمد کے انتظار میں لگی میں کھڑی تھی۔

لیکن چونکہ ایسا کوئی واقعہ ظہور میں نہیں آیا۔ اس لئے انگینس کو باہر آنے کی کوشش میں ایک لمحہ کے لئے بھی رکنے پر مجبور نہ ہوتا پڑا۔ اسے واقعات پیش آمد پر غور کرنے کی بالکل مصلحت نہیں تھی۔ صہیل کا چھانک دن میں ہر وقت ایون کی آمد و رفت کے لئے کھلا رہتا تھا۔ اور چونکہ اس وقت بھی وہ لوگ کام میں لگے ہوئے تھے۔ اور چھانک کھلا تھا۔ اس لئے ان جذبات میں جو انگینس کو اپنے زیر اثر اجنبی عورت کی طرف لئے جا رہے تھے کوئی رکاوٹ پیش نہیں آئی۔ اور اس کے چند منٹ بعد ہم دیکھتے ہیں کہ وہ حسینہ اسید استعمباب اور تشویش کے مشترکہ احساس کو سینہ میں لئے تیزی سے قدم اٹھاتی لگی میں چل رہی ہے۔

اصل یہ ہے کہ اس ایک لفظ ”ماں“ نے... اس پیار سے دل خوش کن لفظ نے جو پیشتر کبھی اس معصوم حسینہ کے کانوں تک نہیں پہنچا تھا۔ اور میں نے ایک لمحہ میں اس کے سینہ میں بے شمار خفیعہ جذبات راحت کو بیدار کر دیا۔ اس لفظ نے جو بکلی کی سی تیزی رفتار کے ساتھ اس حسینہ کی آنکھوں کے سامنے اس نظارہ جنت کو

پیش کر چکا تھا۔ جو مقدس ترین راحت سے وابستہ ہے۔۔۔ ہاں اس لفظ نے جو اس بے خبر لڑکی کے لئے خاص اہمیت رکھتا تھا۔ جس کی عمر اب تک نیم پختی کی سی حالت میں بسر ہوئی تھی۔۔۔ مختصر یہ کہ اس لفظ نے جو ہر حالت میں اپنے اندر موج مٹاتا اثر رکھتا ہے اس حسینہ کو باقی ہر بات بھلا دی تھی۔ اور اس کی رنج میں یہ بات ماری پیدا کر دی تھی۔ کہ جن لبوں سے یہ ایک لفظ نکلا ہے۔ ان سے کچھ اور بھی سنا جائے۔

اور یہ سب اس صورت میں کہ اگر وہ ذرا بھی حرکت کر سوچتی۔ اور غور و فکر سے کام لیتی تو اسے معلوم ہو جاتا کہ میرا تہہ جو ش بے جا ہے کیا وہ یہ سمجھتی تھی کہ یہی عورت جس کے پاس میں جا رہی ہوں میری ماں ہے؟ نہیں اور ہاں اس لئے کہ آرزو یہی تھی مجھے اس تنہا میں مایوسی نہ ہو۔ اس کے مزاج کی سادگی اس کے خیال کی نرینہ چنگی کا باعث تھی۔ اور چنگی خیال اسے آگے قدم اٹھانے پر مجبور کر رہی تھی۔

خیر وہ اس عورت کے قریب پہنچی۔ وہ بھی اسے دیکھ کر لٹنے کو بڑھی اور طرفہ بعین میں وہ ایک دوسری سے بغلیں ہو گئیں۔

”سبب یہی بیٹی۔۔۔ میری عزیز بیٹی! عورت نے اسے بڑی گنجوشتی سے چھاتی ہے دکھاتے ہوئے کہا۔

”اوہ! کیا یہ ممکن ہے!“ انہیں نے ناقابل بیان مسرت محسوس کرتے ہوئے کہا کیا یہ ممکن ہے کہ آپ ہی میری ماں ہیں!“

”ماں میری جان سے پیاری انہیں۔ میں ہی تمہاری ماں ہوں“ عورت نے جواب دیا ”مجھ کو گواہ ہے کہ تم میری اپنی بیٹی ہو۔ اور اگرچہ حالات کے زیر اثر تیس چھوٹی عمر ہی کیا مجھ سے جدا کر دیا گیا تھا۔ تاہم سچ جانو کہ میں نے ایک دن کے لئے بھی تمہاری یاد دل سے محو نہیں ہونے دی۔“

انہیں کو غرور مسرت سے غش آنے لگا تھا۔ مگر وہ بڑے زور سے اپنی ماں کے ساتھ لگی رہی۔

”میری بیٹی۔۔۔ میری جان سے پیاری انہیں تم میرے ساتھ رہو“ عورت نے کہا ”آہ! میری اس وقت کی خوشی کا کون اندازہ کر سکتا ہے۔ انہیں مجھے اپنی چھاتی پر رکھ کر۔۔۔ اللہ! اسے غش آ رہا ہے!۔۔۔“

مدت کی بچھڑی ہوئی بیٹی سے مل کر اس عورت کو جو خوشی ہوئی۔ اس نے اس کے بدن میں غیر معمولی طاقت پیدا کر دی تھی۔ انگیٹس کو بازوؤں میں لئے وہ لگی میں جلتی اس مقام پر پہنچی جہاں ایک کمرہ لکھنؤ کی منتظر کھڑی تھی۔ اور اس کے اندر اس حسینہ کو لٹا دیا۔

جب انگیٹس کو ہوش آیا۔ تو وہ اس طرح چونکی۔ گویا یکا یک خواب راحت سے بیدار ہوئی ہو۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ ڈرتی ہے کہیں یہ ایک دلخوش کن خواب ثابت نہ ہو۔ مگر جب گاڑی کی کھلی کھڑکیوں میں سے داخل ہونے والی غروب ہوتے ہوئے آفتاب کی خصوصی شعاعوں کی روشنی میں اس نے اپنی ماں کا خوبصورت۔ خوشگوار اگرچہ کسی قدر منہمک چہرہ اپنے اوپر چھکا ہوا دیکھا تو اس کے رخساروں پر پھر سرخی چھا گئی۔ اس نے دونوں بازو اپنی ماں کی گردن میں ڈال دیئے اور چلا کر کہنے لگی: ”کیا سچ ہے تم سیدی ماں ہو؟“۔ کیا یہ محض ایک خواب تو نہیں ہے؟“

”پیاری انگیٹس بے شک میں تمہاری ماں ہوں“ عورت نے محبت آمیز لہجہ میں کہا ”میں تمہاری اپنی پیاری ماں ہوں۔ جو برسوں تمہاری یاد میں تڑپتی رہی ہے۔ اور جو آئندہ کسی حال میں تم سے جدا ہونا منظور نہ کرے گی سوائے اس صورت کے“ اس نے ایک آہ سرد بھر کر کہا ”سوائے اس صورت کے کہ تم اپنی مرضی سے مجھ سے جدا ہونا چاہو یا تمہاری ماں نہ رہو یا وہی ہیں ایک دوسری سے جدا کرو۔ بے شک انگیٹس میں تمہاری ماں ہوں۔ اور اگرچہ تم بہت خوبصورت ہو۔ تاہم میں بلا اظہار خود پسندی کہہ سکتی ہوں۔ کہ تمہارا حسن سیری ہی صورت کا عکس ہے“

”بے شک اور اس کے علاوہ سید اپنے جذبات بتاتے ہیں کہ آپ ہی میری ماں ہیں“ حسینہ نے کہا ”آپ کہہ رہی تھیں کہ میں تم سے اس وقت تک جدا نہیں ہوں گی جتنے کہ تم اپنی مرضی سے مجھ سے جدا ہونا چاہو۔ آہ! پیاری ماں کیا آپ ایک لمحہ کے لئے یہ خیال کر سکتی ہیں کہ میں کبھی آپ سے جدا ہونا منظور نہ کروں گی؟“۔ میں کبھی آپ سے جدا ہونا گوارا کروں گی؟“

”نہیں سیری عزیز بیٹی۔ مجھے اسید نہیں“ عورت نے جواب دیا ”اس کے ساتھ ہی انگیٹس“ اس نے کسی قدر اندر دنگی کے صوف میں کہا ”میں یہ کہنے پر مجبور ہوں کہ اگر تم آؤ گے مجھے پاس رہنا چاہتی ہو۔ تو پھر تم اپنے والد سے ہرگز نہ مل سکو گی۔۔۔ کم از کم دوسرا

جنگ تو۔۔۔

”میری اچھی ماں! کیا نہ کہو“ انگینس نے آئینہ دیکھتے ہوئے کہا ”یقیناً آپ والدہ کی یاخیری میں ہی مجھ سے ملے آئی ہیں۔ اور ان کی اجازت ہی سے مجھے ساتھ لے جاتی ہیں۔ مگر اس کے ساتھ ہی“ اس نے کچھ سوچ کر کہا ”اس کے ساتھ ہی اب جو یہ سوچتی ہوں تو خیال آتا ہے کہ میں چھپ کر باغ سے نکل جاتی۔۔۔ آپ نے تاکید کی تھی کہ میں نوکروں سے آنکھ بچا کر باہر جاؤں۔ اور آپ کو اس کا بھی علم نہ تھا کہ والدہ سپہ رس میں ہیں۔ آہ! ماں۔۔۔ پیاری ماں!“ اس نے بکا آپ پھر اجنبی عورت سے مخاطب ہو کر کہا ”ازرا کے خدا بتائے یہ کیا اسرار ہے؟۔۔۔ مجھے کس کا حکم مانا چاہیے۔ آپ کا یا والدہ کا؟ کیونکہ بحالات پیش آمدہ ظاہر ہے کہ ایک کا حکم ماننے میں مجھے دوسرے کی نافرمانی کرنی ہوگی“

”انگینس میری عزیز بیٹی۔ کون قائم رکھو۔ میں التجا کرتی ہوں“ اجنبی عورت نے خوفزدہ اور کانپتی ہوئی دوشیزہ کو چھاتی سے لگا کر کہا۔

”آہ! پیاری ماں جب آپ کی آواز سیکر کانوں میں آتی ہے۔۔۔ جب آپ محبت سے مجھے بوسہ دیتی ہیں۔ تو آپ کے سوا اور کوئی خیال سیکر دل میں باقی نہیں رہتا“ مصدوم دوشیزہ نے کہا ”اوہ! آپ کے آئینہ سیکر چہرہ پر گر رہے ہیں پیاری ماں! آپ کیوں روتی ہیں؟ کیا آپ کو سیکر الفاظ کا سچ ہے؟ اگر ایسا ہو تو میں التجا کرتی ہوں مجھے صاف کر دیجئے۔ میں آپ ہی کی فرمانبرداری کر رہی ہوں گی۔ میں آپ کو چھو کر کہیں نہیں جاؤں گی۔ پیاری ماں تم روتی نہیں۔۔۔“

”جان اور خدا تمہیں برکت دے۔۔۔ زرا تمہیں اس راحت سے بہرہ ور کرے جو انفس کی بھرپور میں نہیں ملتی“ عورت نے جس کی آنکھوں سے لگا آئینہ دیکھ رہے تھے کہا۔

”نہ۔۔۔ ماں جان میں التجا کرتی ہوں“ انگینس نے منت آمیز لہجہ میں کہا ”پیاری ماں! کیا آپ بخوش ہیں؟۔۔۔ مجھے بتائیے آپ کو کس بات کا سچ ہے؟۔۔۔“

”انگینس میں خوش بھی ہوں اور ناخوش بھی“ اس کی ماں نے سبکیاں لیے ہوئے کہا ”ایک ہی وقت میں مجھے دلی راحت اور سخت زہنی سچ محسوس ہوتا ہے۔ لیکن جب

زیادہ مقدار سے الفاظ سیر کے باعث اطمینان میں۔ تمہاری آواز نغمہ موسیقی کی طرح
میری دل کی رنج کو تسکین دیتی ہے۔ تمہاری محبت سیر سے زخمِ فروہ دل کے لئے
سرگرم کا کام دے رہی ہے۔“

”پیارے ماں۔ مجھے اور ناناہ لپٹ جانے دو۔“ انگلیش نے گاڑی کے اندر اچھٹائی
سے نود لپٹے ہوئے کہا۔ کوئی جانے اسے اندیشہ تھا۔ مجھے زبردستی اس سے جدا کر
دیا جائے۔ مگر کیا باعث ہے کہ آپ ایک ہی وقت میں خوشش بھی ہیں۔ اور
”خوش بھی؟“

”ورت کئے گی۔“ میں خوش اس لئے ہوں کہ میں نے آج رات تمہیں صحت و راز
کے بعد پایا ہے۔ اور تم سے مل کر میری ایک دیرینہ آرزو پوری ہو گئی ہے۔ ناخوش اس
لئے ہوں کہ مجھے اندیشہ ہے کہیں صہبہ کوئی واقعہ ہمیں ایک دوسرے سے
جدا کر دے۔“

”لیکن پیارے ماں۔ ایسا کوئی واقعہ طور میں آ سکتا ہے۔ جو ہماری چال کا موجب
ہو؟“ انگلیش نے جس کے سینہ میں تلخ تلخ کے سہم اندیشے پیدا ہونے لگے تھے پوچھا
”کیا ایسا نہیں ہو سکتا۔ کہ میں چاہوں تو آپ کے پاس رہوں۔ اور آپ چاہیں تو میں
ہر وقت اپنے پاس رکھیں۔“

”بے شک انگلیش۔ ایسا ہو سکتا ہے۔“ اس کی ماں نے پر شوق لہجہ میں کہا۔ ”لیکن جب
اس نازہ ملاقات کا عارضی عوش فرو ہو گیا۔ تو کیا اس وقت تم اور اس نہ ہو جاؤ گی؟۔۔۔
کیا اس وقت تمہیں پھر بھی تنہا مکان یا دہلی میں آئے گا؟۔۔۔ کیا تم اس خوشباغ
اور اپنے والد کو یاد کر کے پریشان نہ ہو گی؟“ یہ آخری الفاظ اس نے آہستگی سے
کیا پکارتے ہوئے لہجہ میں کہے۔

”ماں۔۔۔ جان سے پیارے ماں“ انگلیش نے جواب دیا۔ ”اس میں شک نہیں
مجھے اس تنہا مکان، اس خوشباغ اور اس کے دلفریب پھولوں سے محبت ہے لیکن
آپ کی محبت کے سامنے اس محبت کی کیا ہستی؟ وقت طلب سوال صرف آپ کے اور والد
کے درمیان انتخاب کا ہے۔ لیکن اگر یہ ضروری ہے کہ میں دونوں میں سے صرف ایک
ہی کے پاس رہ سکتی ہوں تو پھر۔۔۔ لیکن بڑی مشکل یہ ہے کہ والد کا سلوک بھی مجھ

ہمیشہ عنایت آمیز رہا ہے۔ اور جسکے میرے دل میں درپس یہ ہے کہ...

”اگینس... اگینس“ اس کی ماں نے سخت ذہنی اذیت کی حالت میں کہا ”اس میں کچھ بھی شک نہیں کہ تمہیں اپنے والد سے بہت محبت ہے۔ اور ایسا ہونا قدرتی ہے کہ ایک بچہ اپنے والد سے دور رہی ہو۔ اور مجھ سے تمہاری واقفیت صرف تھوڑے عرصہ کی ہے۔ افسوس! افسوس! میں نے یہ سوچنے میں قسمتِ حاکمیت کی کونسی توند پسیر کر پاس رہنا منظرِ رکروگی۔ نہیں... نہیں یہ غیر ممکن ہے۔ اگینس میں نے سب کچھ جان لیا۔ اپنے باپ سے جدا ہو کر تم سخت پریشان اور افسردہ ہو گئی۔ اس لئے اسے عزیز ترین تمہیں پھر اسی مکان پر چھڑا کرتی ہوں... میں اس بارغ کے دروازہ پر تم سے ہمیشہ کے لئے رخصت ہو جاؤ گی۔ اور پھر اس زندگی میں تمہاری صورت دیکھنے کی جرأت نہ کرو گی۔ کیونکہ میرے لئے یہ ایک نہایت سخت امتحان ہے...“

”نہیں پیاری ماں ایسی مایوسی کا اظہار نہ کیجئے۔ ورنہ میں یقیناً دل شکستہ ہو کے مرجائوں گی۔“ اگینس نے سبکیاں لیتے ہوئے کہا ”آپ ناخوش ہیں۔ اور میرا فرض ہے کہ آپ کے چلچل رہوں... خواہ کچھ ہو میں آپ ہی کے پاس رہوں گی۔“

یہ کہہ کر وہ پھر اپنی ماں سے لپٹ گئی۔ اور سبب و تیک روٹی رہی۔ وہ اس زور سے لپٹتی ہوئی تھی گویا ڈرتی تھی کہیں مجھے اس سے جدا نہ ہو جانا پڑے۔

”اگینس اب میں خوش ہوں... بہت ہی خوش ہوں“ عورت نے کہا ”تم نے میرے ہی پاس رہنا۔ اور میں بھی تمہارے والد کا ذکر کر کے اس پریشانی میں اضافہ نہ کروں گی۔ جو اس ذکر سے تمہیں ہوتی ہے۔ لیکن ذرا دیر کے لئے میری باتوں کو فور سے منسو۔ میں ایک تنہا اور بے یار و مددگار عورت ہوں۔ اور مجھے حال میں ایک نہایت سخت حد تک اٹھانا پڑا ہے۔ میں اس حد سے شائد جائز نہ ہو سکتی اگر محض اتفاقیہ طور پر... عجیب حسنِ اتفاقی سے مجھے کل رات تمہارے مقام سکونت کا علم نہ ہو جاتا۔ اس وقت میرے دل نے کہا کہ اگر کسی اور چیز کے لئے بھیجیں تو تمہارے لئے میرا زندہ رہنا ضروری ہے۔ کچھ ہی اسی نہایت سے تم سے ملنے آئی تھی کہ تمہیں دیکھ کر جی ٹھنڈا کر دوں۔ اور اگر ممکن ہو تو تمہیں اپنے ساتھ رہنے پر آمادہ کروں۔ اسے اگینس تو نہیں جان سکتی۔ کہ وہ محبت کتنی زبردست

ہے جو ماں کو اپنی لولاؤ سے ہوتی ہے۔ تم سے جدا ہوئے سالہا سال کا عرصہ گزریگا۔ اس
 اثنا میں میں یہی سوچتی رہی کہ اب میری بیٹی اتنی بڑی ہو گئی ہوگی۔ اب اس کی صورت ایسی ہوگی
 وہ نیک اور پاک ہوگی۔ اور یہ باتیں جاننے لائیں ہیں ان سب کو جان چکی ہوگی۔ سوائے
 اپنی ماں کے حالات کے۔ ہوائس کے کنارے کاڑوں تک نہیں پہنچائے گئے۔ اور اب
 جان سے پیاری نہیں مجھے یہ دیکھ کر بے حد اطمینان ہوتا ہے۔ کہ جس طرح مسیکہ دل
 میں تھا فرسے لے لاکھ و محبت تھی ویسی ہی تمہارے دل میں مسیکہ لے ہے۔ یہ گویا نشان
 و نظر ایک قد نئی صمد ہے۔ جو ہماری جدائی سے لے کر اب تک گزرا۔ انہیں تمہارا باپ
 مالدار ہے۔ اور اسے راحت و تفریح کے لیے شہر ایسے وسائل حاصل ہیں۔ جو کبھی عورت کو حاصل
 نہیں ہو سکتے۔ اس کے بہت سے دوست ہیں۔ اور اگرچہ اسے تم سے بے حد محبت ہے
 تاہم تم سے جدا ہونے کا اسے اتنا بھاری رنج نہیں ہو سکتا جس قدر مجھے ہوتا رہا ہے۔ یا
 جس قدر مجھے اب تم سے جدا ہو کر ہو سکتا ہے۔ پس لے انہیں میں تم سے ایک ماں کی
 حیثیت میں درخواست کرتی ہوں کہ تم میری عزیز بیٹی مجھ سے ویسی ہی محبت کرو جیسی نیک
 لولاؤ کو اپنی ماں سے ہونی چاہیے۔ میں خوش ہوں کہ تم ان فرائض کو سمجھتی ہو جو اولاد کے
 ذمہ اپنے والدین کے متعلق ہوتے ہیں۔ اور انہیں ادا کرنے پر آمادہ ہو۔ میں یہ بھی دیکھتی ہوں کہ
 تم صیبا کو ہونا چاہیے ماں کی محبت کو باپ کی محبت پر نسبت دیجی ہو۔ علاوہ بریں مسیکہ
 عزیز انہیں میرے حق میں یہ بات بھی ہے کہ عہد طفلی سے تم اپنے باپ کے پاس رہی ہو پھر
 کیا اب اس وعدہ دراز کے بعد اگر میں تم سے اس بات کی خواستگار ہوں کہ تم صیبا کی جیسے پاس
 رہو تو کیا یہ ایسی ہی ناقابل قبول رعایت ہے؟ آخر میں تمہاری ماں ہوں۔ اور موجودہ تنہائی اور
 بے بسی میں تمہارے بغیر میری زندگی اور بھی زیادہ افسردگی کی حالت میں بسر ہوگی۔ اور
 مسیکہ کی خواہش یہ ہوگی کہ جس قدر جلد یہ بدن کچھ لحد میں سما جائے۔ اتنی ہی
 اچھا ہے۔“

انہیں کی آنکھوں سے آنسو بہ رہے تھے۔ اور چھاتی متلاطم سمندر کی طرح حرکت کرتی
 تھی۔ وہ بولی ”اماں جان۔ میں ہر کتاب کو چھوڑ کر نہیں جاؤں گی۔ میری جان بھی چلی جائے
 تو بھی آپ سے جدا ہونا منظور نہ کروں گی۔ لیکن آپ مسیکہ والدہ اور اس نیک تمنا و عورت
 سرنگھڑ کو میری نسبت لاعلمی میں تو نہ رہنے دیں گی؟“

”میری عزیز بیٹی انہیں تمہاری نسبت بے خبر رکھنا ایسا ظلم ہو گا جس کی میں کبھی متکب نہیں ہو سکتی۔“ اس کی ان نے کہا۔ اور اس کے بدگامی کی کھلی کھڑکی سے دیکھ کر جو اس وقت کیننگٹن کاسن میں سے گزر رہی تھی۔ وہ کہنے لگی ”اگلیں میرا مکان لندن کے شاہی مضافات میں واقع ہے۔ اور عجب نہیں کہ مسٹر گفرڈ مسیہ اس مقام سے خیردار ہو۔ مجھے معلوم نہیں وہ اس سے خیردار ہے یا نہیں۔ لیکن اگر ہو تو ضروری ہے کہ وہ تمہیں تجھ سے جدا کرنے کی کوشش کرے گی۔ اس لئے تم آج کی رات میری سیلیوں کے مکان میں بسر کرو۔ وہاں تمہاری اپنے گھر کی طرح خاطر داری ہو گی۔ اور رات بسر ہونے پر میں کل کسی اور عمدہ مکان کا انتظام کروں گی۔ میرا زادہ ہے کہ موجودہ مکان چھوڑ کر کمینڈاؤ کے قریب ایک کوٹھی جس کے گرد نہایت خوشگوار باغ ہے رکایہ پر لے لوں۔ یہ سارے انتظامات کل یقیناً ہو جائیں گے۔ کیونکہ لندن میں روپیہ کی مدد سے ہر کام سمٹوں میں کیا جاسکتا ہے۔“

”پیارے اماں جیسے آپ کی مرضی“ انہیں نے کہا۔ ”لیکن رات کو آپ بھی تو میرے پاس رہیں گی؟“ آپ مجھے اجنبی عورتوں کے پاس چھوڑ کر چلی تو نہ جائیگی؟“ ”میری عزیز۔ اگر اسی میں تمہاری خوشی ہے تو مجھے انکار نہیں“ عورت نے جواب دیا۔ ”لیکن بات یہ ہے کہ بن سیلیوں کا میں نے ذکر کیا وہ ادیشہ عمر کی وہ بیٹیں ہیں۔ انہیں مجھ سے بے حد محبت ہے۔ اور وہ یقیناً تمہاری پورے طور پر تواضع کریں گی۔ ان کے ہاں تم ویسے ہی محفوظ رہو گی جیسے میرے پاس رہ کر۔ اس کے علاوہ میں نے کل تک کسی اور مکان کا انتظام کرنا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ اس مکان میں اسباب وغیرہ اٹھانے اور باقی انتظامات مکمل کرنے میں سب سے زیادہ وقت صرف ہو گا۔ ایک اور وجہ میرے مکان پر واپس جانے کی یہ بھی ہے کہ مجھے ایک فیاض دوست کے خط کا انتظار ہے، جو ایک نہایت کشادہ دل امیر ہے۔ اور جو مسیہ لے ایک اور شخص کی تلاش میں غیر ملکی سعی کر رہا ہے۔۔۔“

”بس پیاری اماں۔ بس اس سے زیادہ کہنے کی ضرورت نہیں“ انہیں نے قطع کلام کرتے ہوئے کہا۔ ”میں ہر بات میں آپ کی ہدایات اور مشائے کے مطابق عمل کرنا فرض سمجھتی ہوں۔ لیکن میں التجا کرتی ہوں کہ کل علی الصبح ضرور مجھ سے ملنے کے لئے“

آئیے۔۔۔

”سنو ویٹس کی ماں نے جواب دیا: ”تم نہیں جان سکتی ہو کہ تم سے علیحدہ وہ کب میری اپنی رات کس بے چینی میں بسر ہوگی۔ یہ سچ سویرے ہی تم سے بے لگیر ہو جانے کے لئے آؤں گی۔“

جبکہ گاڑی کے اندر یہ گفتگو ہو رہی تھی سوچے غروب ہو گیا۔ اور شفق کی روشنی بھی رات کی تاریکی میں جذب ہو گئی۔ اب گاڑی بلیک فرایئر روڈ پر چل رہی تھی۔ جس کے دونوں طرف تیز روشنی کے گیس لمپ چلتے تھے۔ شرک پران کی دورویہ قطار دوڑتے متوازی نقطہ آتی تھی۔ جسے کہ فاصلہ چہاں دیر کے ٹیڑ پر چل بنا ہوا ہے۔ یہ دونوں قطاریں ایک دوسرے میں ملتی ہوئی دکھائی دیتی تھیں۔

بلیک فرایئر روڈ سے گزرتے گاڑی سٹیفورڈ شریٹ میں داخل ہوئی۔ اور اس وقت گھنٹے نے اتفاقاً طور پر بائیں کھڑکی سے باہر کی طرف دیکھا۔ تو معلوم ہوا اس صحت میں اس بازار کے پہلے تین مکانات اس قدر شکست اور خراب حالت میں ہیں۔ کہ ان کی صورت دیکھ کر بے اختیار اس دوشیزہ کے دل میں خوف کا احساس پیدا ہوا۔ لیکن یہ احساس فوراً ہی رفع ہو گیا۔ جب گاڑی ایک خوشنما چمچہ مکان کے سامنے ٹھہری۔

بیاں پر انگلیں اور اس کی ماں دونوں تریں۔ اور اس کے دروازہ جب وہ مکان کے اندر ایک نشست گاہ میں پہنچ گئیں۔ تو ان شکستہ حال خوناک صورت کے مکانوں کا خیال اس حسینہ کے دل سے ٹھوہر گیا۔ مکان میں دو ادھیر عمر کا عورتوں نے جن کی صورت سے دنیا بھری کا اظہار ہوتا تھا۔ جن کے اطوار پر محبت تھی۔ اور اندازہ علم نہایت کمزور۔ ان کا پر تپاک خیر مقدم کیا۔

ان بھنوں کا خاندانی نام بھتیر یا لا تھا۔ اور فی الحقیقت وہ دونوں نہایت نیک اطوار اور خلعت عورتیں تھیں۔ انگلیں کی ماں کو کمرہ میں داخل ہوتے دیکھ کر وہ پر محبت طریق پر اس سے بے لگیر ہونے کے لئے اٹھیں۔ اور قبل اس کے کہ انگلیں لالہ اپنی بیٹی کا ان سے صبر کر لیں۔ انہوں نے یکایک ایک ہی خیال کے زیر اثر کہا: ”آہ ایسی وہ عورت ملتی ہے جس سے لئے کو آپ اس درجہ پیمین تھیں۔ اسکی صورت آپ کی صورت سے اس درجہ ملتی ہے کہ صاف ظاہر ہے وہ آپ ہی کی بیٹی ہے۔“

اور یہ کہ وہ باری باری انگینس سے بنگلہ گھر ہوئیں۔

بڑی مس ہتھیو انڈا کو ایک طرف لے جا کر انگینس کی ماں نے کہا: ”میں آج رات کے لئے اپنی عزیز بیٹی کو آپ کے پاس چھوڑتی ہوں۔ بعض حالات اس قسم کے پیش آئے ہیں کہ میرا فوڑا ہی مکان پر جانا ضروری ہے۔ میں نے اس بات کا فیصلہ کر لیا ہے کہ میرا وارٹر میں آپ کا خشتہ بنگلہ کر لیا ہے۔ لوں۔ اور کل علی الصبح میں سارا اسباب و امان اٹھالے جاؤں گی۔ یہ بھی اچھا ہوا کہ وہ بنگلہ اتفاق سے اس وقت خالی ہے“

”مس ہتھیو بالائے کہنے لگی ”بھن مجھے بھی آپ کی خاطر سے اس بنگلہ کے خالی ہونے کی خوشی ہے۔ ہم صبح کو ایک نوکر و امان بھیج دیں گے کہ وہ صفائی کا انتظام کرادے“ اور اس کے بعد اس سے حقیقی خوش مسرت سے کہا: ”میں سچے دل سے آپ کو مدت کی بچھری ہوئی بیٹی کے ہنسنے پر مبارکباد دیتی ہوں۔“

وہ بولی ”بھن آپ کو میرے انقلاب آمینہ و روزنگی کے حالات اچھی طرح معلوم ہیں۔ اور آپ سمجھ سکتی ہیں کہ انگینس کے دل چاہنے سے میرے دل مخرج کو کس درجہ تک مائل ہوئی ہے۔ لیکن رات گزردی ہے۔ اور مجھے چونکہ سونے سے پیشتر سینہ و اثر کے بنگلہ میں جانے کے سارے انتظامات مکمل کرنے ہیں۔ اس لئے میں سروسٹ آپ سے رخصت ہوتی ہوں۔“

یہ کہہ کر وہ انگینس کی طرف مڑی اور کہنے لگی ”جان اور میں تمہیں اپنی ان نیک دل سیلیوں کے پاس چھوڑتی ہوں اور مجھے بالکل امید ہے کہ ان کے خصال سے واقف ہو کر تم بھی ان سے محبت کرنے لگو گی۔“
”نوجوان دشمن نے اس بنگلہ پر تہہ ہو کر کہا: ”اماں جان میں ابھی سے ان سے محبت کرنے لگی ہوں۔“
”الوداع! پیاری انگینس! کل تک الوداع! میں دوپہر کے قریب تمہیں لینے آؤں گی۔ اس اثنا میں میری دونوں عزیز سیلیاں تھاری خبر گیری کریں گی۔ اور ان کی زبانی تم معلوم کر سکو گی کہ جس نئے بنگلہ کا میں انتظام کر رہی ہوں وہ سرسہ کے ایک نہایت خوشحال و باغ میں واقع ہے۔ اور مجھے قابل یقین ہے کہ اسے ہر طرح پسند کرؤ گی۔“

انگینس جواب تک اپنی ماں سے لپٹتی ہوئی تھی۔ اور جس سے وہ گھٹکے کے مختصر عرصہ میں اسے بے حد محبت ہو گئی تھی۔ کہنے لگی ”پیارے اماں آپ کے ساتھ میں کہیں بھی جاؤں خوش رہوں گی۔“

”خدا حافظ میری عورت بیٹی“ اس کی ماں نے پھر کہا اور اس کے بعد وہ رخصت ہو گئی۔
 انجینس اس کی گاڑی کے پیسوں کی گڑگڑاہٹ سنتی رہی حتیٰ کہ یہ آواز ان بے شمار گھڑیوں
 کی آمد و رفت کی آواز میں مل گئی۔ جو بازار سے گزر رہی تھیں۔ اور اس وقت اسے اپنے قلب میں
 غیر معمولی سرخی محسوس ہونے لگی۔ طبیعت نکامیک افسردہ ہو گئی۔ جذبات جو واقعات پیش آمد
 سے بھڑک چکے تھے۔ مراجعہ اثرات کے تابع ہو کر پریشانی کا موجب بن گئے۔ اور اس نے
 بے اختیار رونما شروع کر دیا۔

باب ۱۷ خوفناک رات

”دونوں عورتوں نے اس حسینہ کو تسکین دینے کی کوشش کی۔ لیکن اگرچہ وہ ان کے
 عنایت آمیز سلوک کی قائل تھی۔ اور اسے اس بات کا بھی تحت تاסף تھا۔ کہیں ان کے
 کہنے سے اپنے جذبات پر قابو نہیں پاسکی۔ تاہم اس احساس کو وہ باوجود ڈری کی کوشش کے
 نہ شکا سکی۔ کہ ماں کے رخصت ہو جانے سے اب میں پیسے سے بھی زیادہ اس دنیا میں تنہا
 اور بے یار و مددگار رہ گئی ہوں۔“

”پیاری انجینس رو نہیں“ ڈری مس قصبہ بانڈ نے کہا اور اس کے ساتھ ہی وہ اس معصوم
 حسینہ کے نمازک اور ملائم کلماتوں کو محبت سے دہانے لگی۔

”وآخر یہ رونما کس لئے ہر کل صبح تمہاری ماں تمہارے پاس آجائے گی۔“ چھوٹی بہن نے
 کہا ”رات کے چند گھنٹے سوتے میں گزر جائیں گے۔ اور صبح تمہاری اوداسی یقیناً رنچ
 ہو جائے گی۔“

لیکن انجینس ان کے عنایت آمیز سلوک کا تہ دل سے اعتراف کرتے ہوئے بھی اپنے بچہ
 والہم کو فروغ نہ کر سکی۔ ان کی تسلیوں سے اس کی پریشانی میں اضافہ ہوا۔ اور وہ سبکیاں لے
 لے کر رونے لگی۔

اس وقت وہ بے شمار بچہ اور دناک خیالات جواب تک واقعات کی تفسیری
 رفتار میں دبے رہے تھے مازہ ہو گئے۔ اسے اپنے والد کا حسن سلوک یاد آیا۔ اور وہ زوردار
 ہدایت بھی جو اس نے فراموش کو جاتے ہوئے اسے اس بارہ میں ہی نصیحتیں کر کھینچ

میں جس کے پاس میری لکھی ہوئی چٹھی نہ ہو ہرگز گفتگو نہ کرنا۔ اب بعد از وقت اس نے سوچا کہ میرے غائب ہونے کی اطلاع پا کر اسے کس درجہ بیخ ہو گا اور اس کے کانوں تک میرے عدم پتہ ہونے کی خبر پہنچنے سے پہلے مکان پر میری پراسرار گشت کی کس قدر فکر و اضطراب کا موجب ثابت ہوگی۔ اپنے تصور میں اس نے دیکھا کہ نیک ناد مستر گھڑا اور خوبصورت چین کو مسیخ گم ہونے پر اتنی تشویش ہوئی کہ وہ کسی طرح سکون حاصل نہیں کر سکتی۔ لیکن ان سب باتوں سے قطع نظر خدا سے اپنے دل میں اس کا ردوائی پریو اس نے وحش کی حالت میں ٹھسے بھاگ آنے کے متعلق کی جتنی سخت تشویش محسوس ہوئے گی۔ کئی بار اس نے اپنے دل کو یہ کہہ کر سمجھانے کی کوشش کی کہ جو کام میں نے اپنی ماں کے زیر ہدایت کیا وہ ہرگز غلط نہیں ہو سکتا۔ مگر کوئی غیبی آواز رہ کر اسے طاعت کرنی تھی۔۔۔ کوئی نامعلوم زبان باریا اس کے کانوں میں غونساں باتیں سنائی تھی۔ اب وہ بے حد خوف زدہ ہو چکی تھی۔ اور جیسا کہ قاعدہ ہے۔ اس خوف کے زیر اثر اس کا غم پہلے سے کم ہو گیا۔ مگر اس کے خیالات میں پریشانی کا عنصر غالب ہونے لگا۔ دل غم میں ان کا ایک ناقابل تخریج مجموعہ تھا۔ اور اسے ایسا محسوس ہوتا تھا کہ میں کسی نہایت خوفناک اور پریشان خواب سے ابھی بیدار ہوئی ہوں۔ اور اپنے منتشر خیالات کو جمع نہیں کر سکتی۔ لیکن جس طرح ابر غلیظ کے اندر سے بجلی کی چمک بھٹکتا دکھائی دیتی ہے۔ اسی طرح ان منتشر اور پریشان خیالات کے مجموعہ میں اس کے دماغ کی اس ہدایت کی یاد رہ کر اسے بے قرار کئے دی تھی کہ خبردار کسی کے دھوکے میں نہ آنا۔ دنیا میں بہت سے شریر النفس لوگ بے سمجھ اور بے خبرستیوں کی راہ میں دام غریب بچھائے رکھتے ہیں۔ ان سے بچے رہنے کی ہر ممکن طریق پر کوئی کوشش کرنا۔ یہ باتیں اس وقت اس کے ذہن میں تازہ ہو کر خوف کے احساس کو دوبالا کر رہی تھیں اور خوف کا یہ احساس بتدریج اس حد تک بڑھا کہ اس کی روح پر اس درجہ حاوی ہو کر اس کی شبیوں کو فراموش اور نظر انداز کر کے جو دونوں تنک ہٹا بیٹھیں اسے دے رہی تھیں۔ انہیں درجن ان کے روبرو دراز ہو کر ہاتھ جوڑ کے کہنے لگی "خدا کے لئے مجھے مسیخ اسی مکان پر پہنچا دو۔۔۔ میں التماس کرتی ہوں۔ مجھے وہیں چھوڑناؤ۔"

ہر دوسرے شبیہ بالکل وہی چیز کی اس حرکت سے سخت تعجب ہوا لیکن بڑی جلد اسے پہچان دیتے ہوئے کہنے لگی "میری عزیز لڑکی۔ تم ڈرنا کیوں ہو؟ اور کیا باعث ہے کہ تم میں جیسے ڈر

چھپے جانے کے لئے بے قرار ہو گیا ہم تنہا ہی ماں کی سیلیاں نہیں ہیں؟ کیا تم ہیں اپنی ماں سے کسی طرح قابل اعتماد سمجھتی ہو؟

”بے شک میڈم میں جانتی ہوں۔ آپ میری ماں کی سیلی ہیں۔ اور آپ کو ہر طرح میری بہتری مطلوب ہے۔“ اگینس نے کسی نذر شبیل کہہ کر اگرچہ اس کا خوف صرف جزوی طور پر کم ہوا تھا پوری تسکین پھر بھی نہیں ہو سکی۔

”توچہ تم دونی کس لئے ہو؟“ مس تھیو بالڈ نے اسے فرش سے اٹھا کر ایک کرسی کی طرف لے جاتے ہوئے پوچھا۔

”اے افسوس میں اپنے دلی خیالات کا پورے طور پر اظہار نہیں کر سکتی غریب لڑکی نے کہا۔ مگر اس کے باوجود میں بہت ناخوش ... بہت ہی ناخوش ہوں۔“

”مس تھیو بالڈ کہنے لگی۔“ میری جان ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تج کے واقعات نے تمہاری طبیعت میں غیر معمولی جوش اضطراب پیدا کر دیا ہے لیکن میں امید کرتی ہوں کہ رات کو آرام کرنے سے تمہارا مزاج اصلاح پذیر ہو جائے گا۔ اس کے علاوہ تم جانتی ہو کہ تم ان کے زیبا ہو جو تم سے تنہا ہی ان کے برابر محبت کرتی ہیں۔ او جین کے پاس رہتے ہوئے تمہیں کسی طرح کا ضرر نہیں پہنچ سکتا۔“

”لیکن میڈم میں ڈرتی ہوں۔ شاید جو کچھ مجھ سے ہوا وہ نا درست تھا۔“ اگینس نے کہا۔ ”دور نہ کیا وجہ میرے والد کچھ اور کہتے ہیں اور اماں جان کچھ اور آہ! میں سخت ہی پریشان ہوں۔ میں نہیں جانتی۔ مجھ کیا کرنا چاہیے۔“

”کیا تمہیں اپنی ماں سے ملنے کی فوٹی نہیں؟“ چھوٹی مس تھیو بالڈ نے ملامت آمیز لہجہ میں پوچھا۔

”بے شک ہے۔“ اگینس نے پُر جوش لہجہ میں کہا۔ اور پھر وہ افسردگی کے لہجہ میں کہنے لگی۔ ”لیکن دوسری طرف مجھے یہ خیال بھی ترسا ہے کہ میں اس گھر سے چوری بھاگ آئی ہوں۔ جہاں میرے مربان باپ نے مجھے اس حفاظت سے رکھا تھا۔“

دو فوں بنوں نے اب اچھی طرح سمجھ لیا کہ اس کے دل میں کس قسم کے عجیبہ

انجمن پیدا کرنے والے خیالات پیدا ہو رہے ہیں۔ اور اب انہوں نے ایک دوسرے پر بیچ و بفح کی نظر ڈالی۔ انہوں نے معلوم کیا کہ انجمن کے دل میں ایک طرف تو اس محبت کا تیز غلبہ ہے۔ جو اسے اپنی ماں کے ساتھ تھی۔ اور دوسری جانب اپنے باپ کی اطاعت اور شکرگزاری کا خیال۔ پس انہیں اس بات کا سخت بچہ ہوا کہ بعض خانہ دانی حالات نے اس معصوم اور پاکیزہ لڑکی کو ایسی حالت تک پہنچایا۔ کہ وہ دونوں میں موازنہ کرنے پر مجبور ہو کر اور گدوہ اس بات کی تدوین سے خواہشمند تھیں کہ کسی طرح یہ لڑکی اپنی ماں کے حق میں ہی فیصلہ صادر کرے۔ تاہم انہیں یہ بھی معلوم ہو گیا۔ کہ یہ کام سخت دشوار ہے۔ اور اس کا نتیجہ سو سو سالہ الہیان بخش نہیں ہو سکتا۔

اس کے باوجود بڑی بہن نے اسے تسلی دینے کی کوشش جاری رکھتے ہوئے کہا کہ میری پیاری انجمن کل رات کو اس وقت سے بہت پیشتر تم الہیان کے ساتھ اپنے تئیں گھر میں آرام کر رہی ہو گی۔ مینہ واٹر میں جس بنگلہ میں تمہاری ماں کا ارادہ آئندہ سکونت اختیار کرنے کا ہے۔ وہ ہمارا اپنا ہے اور میں سچ کہتی ہوں کہ وہ ایک نہایت ہی خوشنما مقام ہے۔ نہ صرف زیادہ تنہائی میں اور نہ غیر معمولی آفتاب آبادی میں۔ چہ اس کے چاروں طرف ایک نہایت خوشنما طبع ہے جس میں رنگارنگ کے پھول کھلتے ہیں۔ اس کو کھنی میں تم ہر وقت اپنی ماں کے پاس لٹا کر دو گی۔ جسے تم سے بے حد محبت ہے۔ آئندہ یہ ضروری نہ ہو گا کہ تمہاری زندگی کا بڑا حصہ تنہائی میں بسر ہو یا تم نوکروں کی صحبت میں رہنے پر مجبور ہو۔ کیونکہ تو کہتے ہی اچھے اور نیک دل ہوں۔ ہر حال ان کی رفاقت کو کوئی شخص ہی پسند نہیں کر سکتا۔

”میشیم آپ کے الفاظ بہت تسلی بخش ہیں“ انجمن نے سبکیاں لیتے ہوئے رک رک کر کہا۔ ”لیکن میں پوچھتی ہوں آپ کو مسیخ سابقہ طہریت زندگی کا علم کیونکہ ہوا ہے“

مس عقیلا بڑھنے لگی۔ ”میں صرف خیال کیا تھا تمہاری زندگی اس طریق پر بسر ہوتی ہو گی۔ اور میری سبقتی ہوں کہ یہ یہ خیال غلط ثابت نہیں ہوا۔ یہ میں جانتی تھی کہ تمہارے والد کا ہر وقت کا دل اسے پاس رہنا عملی طور پر غیر ممکن ہے۔ وہ یقیناً تمہارے پاس صرف گاہ بگاہ آتے ہوں گے جس سے یہ نتیجہ اخذ کرنا دشوار نہیں کہ تمہارے وقت کا بڑا حصہ نوکروں کی صحبت ہی میں بسر ہوتا ہو گا“

”لیکن مسئلہ یہ کیا آپ بنا سکتی ہیں“ مس ورن نے جو لے پن سے ایک فوری خیال کے زیر اثر چھپا ”کیا آپ بنا سکتی ہیں کس لئے میرے والد مجھے اپنے پاس رکھنا چاہتے ہیں اور والدہ اپنے پاس؟“ پھر کچھ سوچکر وہ کہنے لگی ”ہاں مگر اس سے بھی زیادہ دریافت طلب امر یہ ہے۔ کیا باعث میرے والدین اکٹھے نہیں رہتے اور مجھے بھی اپنے پاس نہیں رکھتے کیونکہ میں نے آج تک جس قدر کتابیں پڑھی ہیں ان سب میں۔۔۔“

”اے میری پیاری انجینس! بڑی بہن نے قطع کلام کرتے ہوئے کہا ”یقیناً تم ان اسرار کو جاننے کے لئے قرائن نہیں ہو۔ جن میں بد نصیبی سے تمہارے والدین اپنی زندگی بسر کر رہے ہیں۔“

”نہیں نہیں“ مس ورن نے جس کی معصومیت پھر اس کے ماہہ استعجاب پر غالب آچکی تھی کہا ”اگر اولاد کے لئے اپنے والدین کی زندگی کے اسرار معلوم کرنا واقعی بے جا ہے تو مجھے ان سے خبردار ہونے کی ضرورت نہیں۔ اور میں آپ سے تو دل سے حافی کی خواہشات کا ہوں۔ کہ ذرا دیو پیشتر میں نے اس قدر جوش کا اظہار کیا۔۔۔“

”میری عزیز! ایسا ہونا قدرتی تھا“ اس خفیہ والد کہنے لگی ”اس کے لئے تمہارے واسطے غم خواہ ہونے کی ضرورت نہیں۔ مگر یہ تمہارا راج پھر سکون پذیر ہو ایضاً جاننا اور اپنی ماں کے پاس وہ کرم ہر طرح خوش رہو گی۔ ہم اس سے سالہا سال کی واقف ہیں اور اس سے ہیں ویسی ہی محبت ہے جیسی کسی قریبی رشتہ دار سے ہو سکتی ہے۔ انجینس! یہ جا کر تعجب ہو گا کہ جب تم بچہ تھیں تو باہم نے تمہیں اپنی گود میں کھلایا ہے۔۔۔ بے شک تمہارے لئے یہ اطلاع باعث حیرت ثابت ہو سکتی ہے۔ بہر حال ایسے واقعہ ہے کہ میں نے اور میری بہن نے مدتوں تمہیں کھلایا اور اپنی گود میں پالا ہے۔“

”ایسے حالات میں میری طرف سے آپ پر بے اعتمادی کا اظہار کس درجہ ناموزوں تھا“ انجینس نے سخت متاسف ہو کر کہا کیونکہ اس کی پاک رنج پر ان باتوں کا غیر معمولی اثر ہوا تھا جو حقیقت میں سراسر راست بھی تھیں۔

”پیاری انجینس جو کچھ ہو چکا اس پر اظہارِ پشیمانی بے سود ہے۔“ چھوٹی بہن نے کہا

اس بات کو کبھی طے ہو سکتی ہی کہ تم اضطراب کی حالت میں تھیں۔ اور ویسی حالت میں اس کی کچھ نہیں سوچنا۔ بہر حال یقین جاؤ کہ تمہارا مستقبل فرحت افزا ہے۔۔۔ لیکن:

رات گزرتی جا رہی ہے اس لئے تم کچھ کھانا دو پو اور آرام کرو۔ کیونکہ تم تھکی
ماڑی ہو۔

اس کے بعد اس نے جواب کا انتظار کئے بغیر گھنٹی بجائی۔ اور جب خادمہ حاضر ہوئی تو
اسے کھانا لائے کا حکم دیا گیا۔ انجینس کی جھوک سلب ہو چکی تھی۔ اور اس کی حالت اس قسم کی
تھی جس میں انسان کو خداک سے کراہت ہونے لگتی ہے۔ لیکن بہنوں کے اصرار اور
ان کی عنایت آمیز توجہات سے مجبور ہو کر آخر کار انجینس ان کے ساتھ دسترخوان پر بیٹھ گئی۔
اور گو اس نے کھانا یا کچھ نہیں تو بھی ان پر محبت بہنوں کی صحبت میں اس کی طبیعت قدرے
سب گئی۔

آخر رات کے اچھے تھے کہ دونوں بہنیں اسے اس کمرہ میں چھوڑنے گئیں۔ جو اس کی
شب بسر کرنے کے لئے مخصوص کیا گیا تھا۔ اور وہاں اس سے بڑی گرجوشتی سے بغل گیر ہو کر وہ
سے رات آرام میں بسر کرنے کے لئے چھوڑ آئیں۔

لیکن تمنا رہ جانے پر اس دو شیزہ کے دل میں چھوٹی ناگوار خیالات کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ اور
ان سے بچنے کی خاطر اس نے جلد جلد کپڑے اتار کر سونے کی تیاری شروع کی۔ خواب گاہ میں جو
دوسری منزل کے پس پشت واقع تھا۔ اس کی ضرورت کی ہر شے میا کر دی گئی تھی۔ اور اگر انجینس
ورن کے خیالات اس قدر پریشان نہ ہوتے۔ اور اس کا مزاج حالت سکون میں ہوتا۔ تو وہ محسوس
کرتی کہ کمرہ ہر لحاظ سے آسائش دہے۔ لیکن جو کچھ بھی ہو۔ اس نے چند منٹ کے عرصہ میں کپڑے
اتار کر سونے کی تیاری کر لی۔ اور چونکہ وہ واقعات پیش آمدہ کی بدولت بدنی اور ذہنی طریق پر ٹھکی ہوئی
تھی۔ اس لئے خلاف امید جلد ہی اس کی آنکھ لٹک گئی۔

لیکن کیا سو کر اسے صبح حاصل ہو گیا؟ انوس نہیں۔ کیونکہ وہ اب میں بھی وہی پریشانیاں
ناگوار رہیں جو حالت بیداری میں تھیں۔

کیا بھیتی ہے کہ میں اپنے باغ میں سیر کرتی پھر رہی ہوں۔ اور لاٹوہیم ٹریوینسنگی میں چلتا ہوا
کی طرح آ رہا ہے۔ چلتے چلتے وہ اس کے قریب پہنچ گیا۔ اور اب جو اس نے دیکھا تو وہ باغ کی
بدشہس پر اس کے پید میں کھڑکتا۔ اگرچہ یہ بات اس کی سمجھ میں نہ آئی کہ وہ باؤ کو چاند کرکس
داخل ہوا۔ اسے دیکھ کر وہ پیچھے نہیں ہٹی۔ نہ جھکی۔ نہ ڈری۔ اگرچہ دل میں اسے یہی محسوس ہوا
تھے اس سے پرے ہٹ جاتا ہے۔ لیکن اس کے پاؤں فرش زمین سے جھکے ہوئے تھے۔

”لیکن مسئلہ یہ کیا آپ بتا سکتی ہیں“ مس ورن نے بھولنے پن سے ایک قوری خیل کے زیر اثر چھپا ”کیا آپ بتا سکتی ہیں کس لئے میرے والد مجھے اپنے پاس دکھنا چاہتے ہیں اور والدہ اپنے پاس؟“ پھر کچھ سوچ کر وہ کہنے لگی ”ہاں مگر اس سے بھی زیادہ دریافت طلب امر یہ ہے۔ کیا باعث میرے والدین اکٹھے نہیں رہتے اور مجھے بھی اپنے پاس نہیں رکھنا چاہتے ہیں۔“

”آہ میری پیاری انگلیں! بڑی بہن نے قلعہ کلام کرتے ہوئے کہا ”یقیناً تم ان اسرار کو جاننے کے لئے قیامت قرار نہیں ہو۔ جن میں یہ بھی سب سے تمہارے والدین اپنی زندگی بسر کر رہے ہیں۔“

”نہیں نہیں“ مس ورن نے جس کی معصومیت پھر اس کے مادہ استغیاب پر غالب آچکی تھی کہا ”اگر اولاد کے لئے اپنے والدین کی زندگی کے اسرار معلوم کرنا واقعی بے جا ہے تو مجھے ان سے خیر و امان ہونے کی ضرورت نہیں۔ اور میں آپ سے تو دل سے معافی کی خواہش کرتا ہوں۔ کہ ذرا دیر پیشتر میں نے اس قدر جوش کا اظہار کیا۔۔۔“

”میری عزیز! ایسا ہونا قدرتی تھا“ اس حقیقہ بالذکر کہنے لگی ”اس کے لئے تمہارے واسطے عذراء ہونے کی ضرورت نہیں۔ شکر ہے تمہارا مزاج پھر سکون پذیر ہوا۔ یقیناً جانور اپنی ماں کے پاس رہ کر تم ہر طرح خوش رہو گی۔ ہم اس سے سالہا سال کی واقف ہیں اور اس سے ہمیں ویسی ہی محبت ہے جیسی کسی قریبی رشتہ دار سے ہو سکتی ہے۔ انگلیں! تمہیں یہ جان کر تعجب ہو گا کہ جب تم بچہ تھیں تو بارہ ماہ ہم نے تمہیں اپنی گود میں کھلایا ہے۔۔۔ بے شک تمہارے لئے یہ اطلاع باعث حیرت ثابت ہو سکتی ہے۔ بہر حال یہ امر واقعہ ہے کہ میں نے اور میری بہن نے مدتوں تمہیں کھلایا اور اپنی گود میں پالا ہے۔“

”ایسے حالات میں میری طرف سے آپ پر بے اعتمادی کا اظہار کس درجہ ناموزوں تھا“ انگلیں نے سخت متاسف ہو کر کہا ”کیونکہ اس کی پاک رنج پر ان باتوں کا غیر معمولی اثر ہوا تھا جو حقیقت میں سراسر راست بھی تھیں۔“

”پیارے انگلیں! جو کچھ ہو چکا اس پر اظہارِ پشیمانی بے سود ہے۔“ چھوٹی بہن نے کہا۔

اس بات کو اچھی طرح سمجھتی ہی کہ تم اضطراب کی حالت میں تھیں۔ اور ویسی حالت میں اس کی کچھ نہیں سوچنا۔ بہر حال یقیناً جانور کہ تمہارا استقبال فرحت افزا ہے۔۔۔ لیکن:

رات گزرتی جا رہی ہے اس لئے تم کچھ کھاؤ پو اور آرام کرو۔ کیونکہ تمہیں مادی ہوئے۔

اس کے بعد اس نے بواب کا انتظار کئے بغیر گھنٹی بجائی۔ اور جب خادمہ حاضر ہوئی ۲ اے کھانا لائے گا حکم دیا گیا۔ انجینس کی جھوک سلب ہو چکی تھی۔ اور اس کی حالت اس قسم کی تھی جس میں انسان کو خداک سے کراہت ہونے لگتی ہے۔ لیکن بہنوں کے اصرار اور ان کی عنایت آمیز توجہات سے مجبور ہو کر آخر کار انجینس ان کے ساتھ دسترخوان پر بیٹھ گئی۔ اور گو اس نے کھانا پیا کچھ نہیں تو بھی ان پر محبت بہنوں کی محبت میں اس کی طبیعت تدریجاً سہل گئی۔

آخر رات کے اچھے تھے کہ دونوں بہنیں اسے اس کمرہ میں چھوڑنے گئیں۔ جو اس کی شب بسری کے لئے مخصوص کیا گیا تھا۔ اور وہاں اس سے بڑی گرمجوشی سے بغل گیر ہو کر وہ اسے رات آرام میں بسر کرنے کے لئے چھوڑ آئیں۔

لیکن تنہا رہ جانے پر اس دوشیزہ کے دل میں بھڑکی ناگوار خیالات کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ اور ان سے بچنے کی خاطر اس نے جلد جلد کپڑے اتار کر سونے کی تیاری شروع کی۔ خواب گاہ میں جو دوسری منزل کے پریشانت واقع تھا۔ اس کی ضرورت کی ہر شے میا کر دی گئی تھی۔ اور اگر انجینس ورنز کے خیالات اس قدر پریشان نہ ہوتے۔ اور اس کا مزاج حالت سکون میں ہوتا۔ تو وہ محسوس کرتی کہ کمرہ ہر لحاظ سے آسائش دہے۔ لیکن جو کچھ بھی ہو۔ اس نے چند منٹ کے عرصہ میں کپڑے اتار کر سونے کی تیاری کر لی۔ اور چونکہ وہ واقعات پیش آمدہ کی بدولت بدنی اور ذہنی طریق پر خشکی کا شکار تھی۔ اس لئے خلاف اسید جلدی ہی اس کی آنکھ لگ گئی۔

لیکن کیا سو کر اسے چین حاصل ہو گیا؟ انہیں نہیں۔ کیونکہ وہ اب میں بھی وہی پریشانیاں قائم رہیں جو حالت بیداری میں تھیں۔

کیا دیکھتی ہے کہ میں اپنے باغ میں سیر کرتی پھر رہی ہوں۔ اور لاڈلہ بلیم ٹریوین گلی میں چلتا ہوں کی طرح آ رہا ہے۔ چلتے چلتے وہ اس کے قریب پہنچ گیا۔ اور اب جو اس نے دیکھا تو وہ باغ کی بدشمن پر اس کے پہلو میں کھڑا تھا۔ اگرچہ یہ بات اس کی سمجھ میں نہ آئی کہ وہ باڈ کو بھانڈا کس کے داخل ہوا۔ اسے دیکھ کر وہ پیچھے نہیں ہٹی۔ نہ جھکی۔ نہ ڈری۔ اگرچہ دل میں اسے یہی سمجھ ہوا۔ لیکن اس سے پرے ہٹ جاتا تھا۔ لیکن اس کے پاؤں فرش زمین سے جھکے ہوئے تھے۔

بادھ دوکشش کے وہ اپنی جگہ سے نہل سکی۔ اس نے اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ مگر پھر بھی اس کا معلوم اثر سے جس کی وجہ سے وہ اپنی جگہ پر جمی کھڑی رہی تھی۔ اس نے اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ سے نہیں کھینچا۔ بیکاس اس نوم ان اسے یہ اس سے محتاط ہو کر اس قسم کی باتیں شروع نہیں جیسی اس کے خط میں درج تھیں۔ اس نے اپنی نگاہیں جھکا لیں۔ اسے اپنے چہرہ پر شرم کی کمرنگ پھیلنے محسوس ہوئی۔ اور اس احساس کے باوجود کہ مجھے پیچھے ہٹ جانا چاہیے۔ وہ ایک ناقابل فہم سرت کے زیراثر اس کی باتیں سنتی رہی۔ لارڈ ولیم نے اس سے باہر یہ سننا چاہا کہ میں آگے بھیجے تم سے لئے آیا کروں ماور وہاں کہنے سے پہلے شرارتی بلجاتی ہوئی اپنی آنکھیں اس کے چہرہ کی طرف اٹھا کر یہ دیکھنا چاہتی تھی کہ ان میں کس درجہ صداقت کی جھلک موجود ہے۔

”بہت اچھا“ کہ جلد اس کی نوک زبان پر تھا کہ کیا دیکھتی ہے۔ بیکاس اس کی صورت میں ایک عجیب تبدیلی واقع ہو گئی۔ لارڈ ولیم کے خوشامیٹہ چہرے پر جھریاں نہ رہ گئیں۔ خط و خال بیکاکہ خفناک ہو گئے۔ کپڑوں کی صورت بدل گئی۔ اور اب جو اس نے نظر فور سے دیکھا تو معلوم ہوا کہ فکیل اور خرم صورت لارڈ ولیم کی بجائے ایک خوفناک صورت کی عورت اس کے سامنے کھڑی ہے۔ جسے پہچانا تو معلوم ہوا ستر مارٹیر ہے۔ انکس نے زور سے چیخ مارنے کی کوشش کی۔ لیکن آواز منہ سے نہ نکل سکی۔ ہونٹ کسی حوی اثر سے بند کے بند رہ گئے۔ لوریہ سارا عرصہ اس خوفناک ڈرہیا کی آنکھیں کینہ آمیز طریق پر اس کی طرف گھومتی رہیں۔ دو شیزہ کو مار سے خوف کے ایسا معلوم ہوا کہ میں زمین کے اندر وحشتی جا رہی ہوں۔ مگر بیکاس یہ تمام نظارہ بالکل ہی بدل گیا۔ اور معلوم ہوا کہ میں اپنے مکان میں والد کے پاس پہنچی ہوں۔

یہ دوسرا خواب اس غریب کے لئے پہلے سے بھی زیادہ پریشان کن ثابت ہوا۔

ایسا معلوم ہوا کہ والد مجھ سے سخت ناراض ہیں۔ اور مجھے نافرمانی کی وجہ سے لعنت کر رہے ہیں۔ پہلے وہ یہ سمجھنے سے قاصر تھی کہ مجھ سے کونسا قصور سرزد ہوا ہے جس کی وجہ سے میں فتنہ عتاب بن رہی ہوں۔ خصوصاً اس لئے کہ ان کا سلوک تو تک مجھ سے انتہا درجہ عنایت اور رفاہ ہے۔ لیکن پھر اس نے محسوس کیا کہ میں ان کی ہدایات کو نظر انداز کر کے غیروں کو رکھام پر آنے کا موقعہ دیتی رہی ہوں۔ دفعتاً اس نکارہ میں ایک اور تبدیلی واقع ہوئی۔ اور اس نے دیکھا کہ والد ستر مارٹیر کے ساتھ زور سے جھجکا کر رہے ہیں۔ اس وقت اس ڈرہیا کا چہرہ بالکل سے بھی زیادہ خوفناک تھا۔ انکس یہ جانتے سے قاصر تھی کہ جھگڑا کس بات پر ہوا۔

ماد شیر کیونکر مکان کے اندر داخل ہوئی۔ بہر حال وہ اس کے ساتھ کھڑی تھی۔ اور جبکہ اودم
 ہم بڑے رہتا۔ انجام کار وہ ٹہریا وہاں سے رخصت ہو گئی لیکن روزانہ سے ملنے سے
 پیشتر اس نے پیچھے مڑ کر انگلیں کی طرف ایک ایسی قدر اود کیونکہ آمیز نظر ڈالی کہ دوشیزہ کے منہ
 سے مڑوہ نکل جاتی۔ اگر اس کے لب کسی پر اسرار رات کی وجہ سے بہتہ نہ ہوتے۔ ٹہریا کے چلے
 جانے پر مشورہ سننے کے پھر اسے طاقت شروع کر دی۔ وہ اس کے روبرو دوڑا تو ہو کر حرم کی
 ملتی ہوئی۔ لیکن اس نے حقارت سے دوسری طرف کو مت پھیر لیا۔ اسے مفران بردار اور
 شکر گہرا کہہ کر توجہ کی اور بڑی بنجیدگی سے کہا کہ یاد رکھو اس طرح اجنبی شخصوں پر اعتماد کر کے
 تم ضرور کوئی آفت سول لوگی۔ وہ اس بات کا وعدہ کئے کو مٹتی۔ کہ میں آئندہ کبھی آپ کے احکام
 کی خلاف ورزی نہ کروں گی۔ کہ اتنے میں ایک تیسرے شخص وہاں موجود ہوا۔ یہ اسس کی
 ماں تھی!

اب اس کے خواب نے ایک اور صورت اختیار کی لیکن اس سلسلہ کا یہ تیسرا خواب پتا
 دو سے بھی زیادہ بے چین کرنے والا تھا۔

اس نے دیکھا کہ میری ماں بمقت اپنے ساتھ چلنے پر اصرار کرتی ہے۔ اور سیدی
 حالت ... جیسا کہ عموماً ایسے موقعوں پر ہوا کرتا ہے ... اس لئے سخت پریشان
 مکن ہے کہ فیصلہ کرنا مشکل تھا میں والد کے پاس پہوں یا ماں کے ساتھ جاؤں۔ ایک
 طرف اس کا باپ یا دولا رہا تھا کہ میں نے آج تک تمہاری آسائش اور بہتری کا ہر ممکن انتظام کیا ہے
 تمہیں کسی طرح کی تکلیف نہیں ہونے دی۔ دوسری جانب ماں اپنی حالت زار کا ذکر کر کے کہتی
 تھی کہ اپنی تنہائی میں مجھے سب سے زیادہ تمہاری ہی رفاقت اور محبت کی ضرورت ہے
 دائیں جانب باپ کھڑا تھا جس کے پاس وہ اس وقت سے رہتی تھی جب سے اس
 نے ہوش سنبھالا۔ بائیں جانب ماں تھی جس کی صورت سے وہ اول مرتبہ شناسا
 ہوئی۔ اول الذکر کی صورت پر یاس و الم کے آثار نمودار تھے۔ اور آخر الذکر کے چہرہ
 پر آئینہ رہے تھے۔ اور فکر و پریشانی انتہائی حالت میں نظر آتی تھی۔ اس نظر پر انگلیں
 کسی لمحہ بہت ہی اثر ہوا۔ طبیعت سخت مضطرب ہونے لگی۔ مگر اس کے یاد وجود
 ہوئی اس ہوا کہ کچھ نہ کچھ فیصلہ ضرور کرنا چاہیے۔ خواہ وہ ایک فریق کے حق میں ہو جائے
 نکل کر اس نے والد کی طرف رخ کیا۔ اور اس نے اسے ملنے کو بازو پھیلا

اس کے چہرہ پر انتہائی پریشانی کی علامات نمودار ہوئیں۔ اور وہ اسے زبان حال سے یہ کتا معلوم ہوا کہ اگر تم مجھے چھوڑ کے چلی جاؤ گی۔ کو میرا کہیں ٹھکانا نہیں۔ زمین پر اور آسمان کے نیچے ہمارے ہی ذات سے میری تمام ہستی ہے۔ پھر اس نے ماں کی طرف دیکھا اور چاہا کہ اسے الوداع سکے۔ پر معلوم ہوا کہ وہ ہاتھ جوڑے دوڑا تو بیٹھی ہے۔ اور اس کے زہرہ خوشنا چہرہ کے آئینے سے ظاہر ہے کہ ماں یا نہ کا لفظ اس کے لئے زندگی اور موت کے فتنے کے برابر اہمیت رکھتا ہے۔ انگلیش ماں کی اس دردناک التجا سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکی۔ اور بے اختیار اس کی چھپاتی سے لپٹ گئی۔ اس کے ساتھ ہی اس کے باپ نے زور کی چیخ ماری۔ اور انگلیش چونک کر جمید اور ہو گئی اس کا سارا بدن کانپ اور دل بڑے زور سے دھڑک رہا تھا۔

چند منٹ کے لئے . . . مگر نہیں چند منٹ بہت ہوتے ہیں۔ صرف ایک منٹ کے لئے وہ اسی حالت میں چارپائی پر لیٹی اپنے خیالات کو مجتمع کرنے کی کوشش کرتی رہی۔ حیران تھی کہ جو کچھ میں نے دیکھا وہ خواب تھا یا سیراری آخر محسوس کیا کہ یہ سب محض ایک خواب تھا۔ مگر اس کے باوجود وہ اٹھ کر بیٹھ گئی۔ اور کہنے لگی ”اُف“ میں اس اذیت کو برداشت نہیں کر سکتی۔“

اور اب رفتہ رفتہ اسے یاد آیا کہ میں کہاں ہوں اور کیوں یہاں آئی ہوں۔ اسے یاد آیا کہ میں اس مکان سے جہاں میں عرصہ دراز تک والد کے پاس رہی۔ ان کی عدم حاضری میں بغیر اطلاع دیئے چلی آئی۔ اور والد مجھے ایک نامعلوم مکان میں تادم عورتوں کے پاس چھوڑ کر چلی گئی ہے۔ اور یہ کہ میرے فرار کی خبر پا کر مسٹر گفٹنور اس کی اطلاع پیرس میں والد کو بھیجے گی۔

ان خیالات کے زیر اثر حسین و شیراز کے دماغ میں جھگڑا مچا۔ اور عین اس وقت جب کہ اسے اپنے اس جواب دینے معلوم ہوتے تھے۔ بلکہ فراموش زور و دھم کی کراہٹ چپ کے گرجانے ایک بجایا۔

انگلیش درجن کے نکل دماغ کو آدھی رات کی خاموشی میں یہ آواز اس طرح گونجتی اور گرجتی ہوئی سنائی دی۔ گویا قدرت اپنی زبان سے اسے خبردار کر رہی۔ اس کے اعصاب میں سپٹنسی کشیدگی پیدا ہو چکی تھی۔ اب ناقابل بیان پریشانی کی حالت

وہ چار پائی سے اسٹے کے کٹری ہو گئی۔

شیخ کو رہ شیخ کو نام و نشان نہ تھا کیا کہ موسم ہی چار پائی کے قریب رکھ، ہوئی تھی۔
لیکن اس کی دہشت کا اندازہ اس بات سے ہو سکتا ہے کہ دو یا سلائی جلاسنے ہی
اس نے خوف زدہ ہو کر کمرہ میں ادھر ادھر اس انداز سے دکھیا گویا ڈرتی تھی۔ کوئی
خوفناک صورت کسی کونے میں نظر نہ آجائے۔ اس کی وجہ یہ نہیں کہ وہ فطرتاً ڈرنا پرک
تھی۔ بالکل نہیں اپنی مصیبت اور پاک بازی کی باخبری میں وہ عام حالات میں بالکل خوف
را کر قہم تھی۔ لیکن اس وقت اس کے سینہ میں جذبات کا ہجوم تھا۔ اعصاب انتہائی
کشیدگی کی حالت میں تھے۔ اپنے احساسات پر بھاری قہم تھا۔ اور تمام خیالات مختل
اور غیر معین ہو چکے تھے۔

ہاں ایک خیال ان سارے خیالات پر حاوی تھا یعنی یہ کہ میں طبع بھی ممکن ہو...
چاہے جو خطرہ پیش آئے۔ مجھے یہاں سے فراد ہو جانا چاہیے۔ اس کے لئے اس
چار پائی پر دوبارہ لیٹنا قطعاً غیر ممکن تھا۔ میں پرسو کر اس نے ایسے خوفناک اور روح فرسا
خواب دیکھے۔ اور ایک اجنبی مکان میں اجنبی عورتوں کے پاس رہ کر پہاڑی رات آنکھوں
میں کاٹنا بچائے خود ناممکن لگتا تھا۔ نہیں! اس نے سوچا جس طرح بھی ہو مجھے اسی قدیم
مکان پر جانا چاہیے۔ اسی مکان میں جہاں مدت و رزکت والاہ کے پاس آرام و آسائش
کی زندگی بسر کرتی رہی۔ لازم ہے کہ جسد و جلد ممکن ہو۔ میں وہاں اسی مکان میں پہنچ
جناؤں کہ مندر مغر و میرے فرار کی اطلاع والہ کو بھیج دے۔

لیکن میری ماں! اگر میں اسکی بے خبری میں چلی گئی تو کیا سمجھے گی؟ مگر نہیں میں اس
وقت یہاں نہیں ٹھیر سکتی۔ میں پھر اس سے بلکہ سارے حالات بیان کروں گی۔ اور
کہوں کہہ سکتا ہے اس طرح پر کوئی ایسا انتقام ہو جائے جو سب فریبوں کے لئے موجب اطمینان
ہو۔ سروسٹ مجھے بہر حال یہاں سے چلے جانا چاہیے۔ لازم ہے کہ میں پھر اپنے مکان پر
پہنچ جاؤں۔ پہلی میرا ایک گھنٹہ... ایک منٹ کے لئے بھی ٹھیرنا قطعاً غیر ممکن
ہو گا۔

یہ تمام خیالات... بلیوں کہنا چاہیے کہ ان خیالات کی جھلک پہلی کی تیزی رفتار
ہوئی تھی اس کے ذہن میں پیدا ہوئی۔ جھلک اس لئے کہ حقیقتاً اس نہایت موجب غصہ و
تعلیق کے

جو قصومات چکے بعد وگیرے اس کے قلب پر اثر انداز ہوئے۔ وہ صحیح معنوں میں خیالات کے نام لکھ موسوم نہیں کیے جاسکتے۔ اس نے جلد جلد کپڑے پہننے شروع کئے اور تین منٹ کے عرصہ میں ان سب کو پہن لیا۔ ٹوپی بھی منزل پر شستگاہ میں تھی مگر اس نے سوچا میں اسے جاتے جاتے لے لوں گی۔ یا اگر ٹوپی کے بغیر جانا پڑا۔ تو بھی کیا ہرج ہے۔ مجھے یہاں سے چلے ضرور جانا چاہیئے۔ اگر راستہ میں کوئی گاڑی مل گئی تو بہتر۔ ورنہ میں پوچھتے پوچھتے گھوڑے پر جاؤں گی۔ حقیقت یہ ہے کہ ایگنس اس وقت اس حالت میں تھی جب انسان ہر مشکل سے مشکل کام کو انسان تصور کرنے لگتا ہے۔ وہ سخت اضطراب میں تھی صرف ایک خیال اس کے سارے خیالات پر غالب تھا۔ کہ کسی طرح اس مکان سے چلی جاؤں۔ یہ خیال کیوں اس کے دل میں پیدا ہوا؟ اس پر نہ اس نے غور کیا۔ اور نہ غور کرنا ضروری سمجھا۔ کوئی ناقابل فہم۔ ناقابل شکست ترغیب اسے گھر سے نکل جانے پر اکسا رہی تھی اس کے افکار کی تیزی کسی طرح اس کی دماغ کی تیزی سے کم نہ تھی۔

سونے وقت اس نے بالوں کو کھول کیا تھا۔ اور اب وہ اسی طرح کھلے ہوئے اسکے شانوں پر لہرا رہے تھے۔ ایک لمحہ کے لئے وہ ان کا جوڑا باز نہ کرنے کے لئے ڈکی اور اس کے بعد شمع بجائی لیکر وہ اپنے پاؤں سیڑھیوں سے اترنے لگی۔ گھر میں ہر طرف سناٹا تھا۔ ایک ایسی خاموشی جسے اس کی قدموں کی چاپ بھی دور نہ کر سکی تھی۔

اس خوف زدہ... نیم دیوانی لڑکی کے سوا گھر کے سب آدمی سو رہے تھے۔ اسی حالت میں وہ مکان کے ہال میں پہنچی۔ اور شستگاہ سے ٹوپی اٹھانے کے لئے اس طرف کو بڑھی لیکن معلوم ہوا دروازہ بند ہے۔ اور اب اسے باو آیا۔ کہ رات یہاں سے نکلنے وقت دروازہ بند کر کے اس تھیں بالڈ نے کبھی اپنے پاس رکھ لی تھی۔

لیکن ہم اوپر بیان کر چکے ہیں کہ ایگنس کو ٹوپی اوڑھنے کی پروا نہ تھی۔ اس لئے اس معاملہ پر دوبارہ غور کرنے کے بغیر وہ صدر دروازہ کی طرف بڑھی۔ مگر یہاں اسکے لئے ایک اور وجہ یا س موجود تھی۔ کیونکہ یہ دروازہ بند اور مقفل تھا

وہ شیز کے دروازہ پر پہنچ کر عداوت پریشانی کی علامات نمودار ہوئیں۔ ایسی جو کبھی اس خوشامیاد چہرہ پر نہیں دیکھی تھیں۔ لیکن اس کے لمحہ بھر بعد علامات یاس کی بجائے امید اور خوشی کے آثار نمودار ہو گئے۔ کیونکہ اسے یاد آیا۔ میں نے چاند کی روشنی میں اپنی خوبصورتی کی کھڑکی

سے دیکھا تو معلوم ہوا تھا کہ مکان کے عقب میں ایک کھلا صحن ہے لیکن ہے اس طرف سے باہر نکلنے کا راستہ مل جائے۔

اسی طرح بڑی احتیاط سے پاؤں رکھتی جس طرح پیٹے آ رہی تھی۔ وہ اس زمین پر چلتے گئی جو باوجود چھانہ کی طرف اترتا تھا۔ کیونکہ باوجود چھانہ سطح زمین سے نشیب میں واقع تھا۔ اور وہاں پہنچ کر اس نے عقبی دروازہ کو دیکھا تو معلوم ہوا کہ صرف کھٹی گئی ہے۔

اے! اب باہر نکل جانا بالکل آسان تھا۔ اس نے سوچا خواہ مجھے آگے چل کر دیوار بھانڈی پڑے۔ خواہ ہمسایہ کے مکان میں ہی اتر جانا پڑے بہ حال یہاں سے ضرور نکل جاؤ گی۔ نتائج کی آسے پر دروازہ نہ تھی۔ وہ جوش اضطراب جواب تک آسے آگے چلنے پر اکساتا رہا تھا۔ اب جدانہتا تک پہنچ گیا۔

شیخ کو گل کر کے اس نے مکان ہی میں چھوڑا۔ اور خود صحن میں نکل آئی۔

رات کی سرد ہوا اس کے رخساروں کو چھوتی ہوئی گدڑی تو اسے معلوم ہوا وہ میرے لئے آراوی کا پیغام لا رہی ہے۔ اس سے اس کا حوصلہ اور بڑھ گیا۔

چاند پوری تیزی سے چمک رہا تھا۔ اسکی روشنی میں سامنے دیکھا تو ان شکستہ مکانات کا عجبیہ جھنڈ نظر آیا۔ جو اس وقت جب سرشام وہ گاڑی میں اپنی ماں کے ساتھ اس بازار میں داخل ہوئی۔ تو اسے ہرے پر نظر آئے تھے۔ اور جن کی شکستہ حالی اس وقت اسے خوفزدہ کرنے کا موجب ہوئی تھی۔

صحن سے نکلنے کی فقط ایک راہ تھی یعنی اس نشیب دیوار کو بھانڈ کر جو تینوں کی طرف بنی ہوئی تھی۔

مگر انگینس نے ذرا بھی تامل نہیں کیا۔ ایک طرف پانی کا نل اس طرح دیوار کے ساتھ لگا ہوا تھا کہ اس پر قدم رکھ کر وہ دیوار پر چڑھ سکتی تھی۔ اور اب دیکھئے کہ وہ حسینہ کی جنگلی پری کے انداز سے پھرتی کے ساتھ دیوار پر چڑھ کر ساتھ والے شکستہ مکان کے عقبی صحن میں کودتی ہے۔ کیونکہ وہ سمجھتی ہے اس غیر آباد مکان کی راہ سے باہر نکل جانا یقیناً سہل

۷۰

سے محسوس چاند کی نکھری ہوئی روشنی غیر آباد عمارت کی تاریک دیواروں پر پڑ رہی ہے۔ وہ ان کی کھربو ہرے۔ ہرے شکستہ اور سیاہی مائل شیشے اسکی روپہلی چاندنی کے مقابلہ میں عجیب خوفناک

صورت پیش کرتے ہیں۔ عقبی دروازہ کو جس طرح ہوا کے جھونکوں نے نیم فاکر دیا اسی طرح کھلا ہوا ہے اور بارہ چٹخاند کی کھڑکیوں کی سلاخیں رنگ آؤد نظر آتی ہیں۔ صحن میں بجائے خود لمبی گھاس اگی ہوئی ہے۔ جو ٹخنوں سے اوپر تک پہنچتی ہے۔ فرش بھی ناہموار اور کھردرا ہے۔ ادھر ادھر شکرستائیں اور ٹوٹی ہوئی بوتلیں پڑی ہیں جن کی وجہ سے چلنا بھی دشوار نظر آتا ہے۔

مجموعی طور پر مکان کی تباہ حال صورت۔ اس کے صحن کی خواب جلی۔ اور اس قلعہ زمین کی بربادی جو کسی زمانہ میں ایک مختصر باغ کی صورت رکھتا تھا۔ ایک نہایت ہی افسردہ کن نظارہ پیش کرتی تھی۔ اور اول مرتبہ جب اس دوشیزہ نے جو آدمی مات کے وقت یہاں پہنچی یہ سب کچھ دیکھا تو اس کے دل میں اس قدر ہیبت کا احساس پیدا ہوا کہ ایک بار وہ بھی باوجود اس غیر معمولی جوش و خروش کے جو اسے آگے اگسا رہا تھا عقبی دروازہ کے قریب پہنچ کر اندر قدم رکھنے سے جھمکی۔ اس وقت اسکی صورت کسی جوان لڑکی کی روح سے مشابہ تھی۔ جسے کسی دما میں اس تاریک قبر نما مکان میں قتل کر دیا گیا ہو۔ اور جس کی بیوقوفی و روت بھر ایک بار نصف شب کی غموشی میں اس مقام کو دیکھنے آئی ہو۔ جہاں اس کا خون بہایا گیا۔ اور جہاں اس کی مقتول لاش کو بے گورد کفن سپرد خاک کر دیا گیا۔ بے شک اس کا زرد چہرہ۔ اس کا سپید لباس۔ جو چاند کی چاندنی میں اور زیادہ سپید نظر آتا تھا۔ اس کے لمبے سیاہ بال جو دیوار پھاندتے وقت کھل کر پھر شاؤں پر لہرا لے چکے تھے۔ یہ سب چیزیں اور ان کا مجموعہ اسے ایک مجسم ہستی کی بجائے کسی آتش روح کی صورت دے رہا تھا۔

مجموعہ لکھ رہے تھے کہ شکستہ حال مکان کے عقبی دروازہ کے پاس پہنچ کر وہ ایک لمحو کے لئے ٹرک گئی۔ کیونکہ چاروں طرف خوفناک سننا تھا۔ مکان کے اندر قبر نما غموشی طاری تھی لیکن اس جوش و خروش نے جو اسے کشاں کشاں یہاں تک لایا تھا۔ پھر غلبہ کیا اور نیم وا دروازہ کو کھیل کر وہ شکستہ مکان کے اندر داخل ہو گئی۔

لیکن جس وقت اس نے چاند کی نکھری ہوئی روشنی سے اس خوفناک مکان کی صہبت بخش تاریکی میں قدم رکھا۔ تو اس کا دل بے اختیار پہلو میں بیٹھ گیا۔ اس کے باوجود اس نے اپنے خوف کو بالکل کی کوشش کرتے ہوئے اندر قدم رکھا اور تاریکی میں راستہ ٹٹولنے کی غرض سے ادھر ادھر باز پھیلانے۔

اس کا دایاں ہاتھ زمین کے چوبلی مھار سے کو لگا۔ جو ڈھیلا اور شکستہ تھا۔ اور جسے اس

نے پکڑا تو اس کھڑکھڑاہٹ کی آواز پیدا ہوئی لیکن یہ جان کر کہ وہ فرار اب سامنے ہے اسے
حوصلہ اور قہمت محسوس ہونے لگی۔ مگر پہلا قدم زمین پر رکھنے کو کھڑکی کا ایک عین مقابل ایک دروازہ
کھلا۔ روشنی نمودار ہوئی اور جلتی ہوئی سطح کے اُبلے میں اسے ایک ایسا خوقاک اور اتنا بھرت
پر چہرہ دکھائی دیا کہ چنڈیٹ کے لئے الگینس خوف سے دم بخود۔ رعشتہ برالمام اور بے حرکت اپنی
جگہ پر کھڑی رہ گئی۔

مگر دوسری طرف اس چہرہ کی آنکھیں بجائے خود انتہا درجہ کا وقش ظاہر کرتی تھیں۔ بھڑکی
ذیر یہ اس کی طرف اور وہ اس کی طرف دیکھتا رہا۔ اور اس کے بعد الگینس کو ایک خوف زدہ مگولیر
آواز سنائی دی۔ بھوت! بھوت! اس کے ساتھ ہی شمع قریش زمین پر گر کر بجھ گئی۔
الگینس کے اپنے منہ سے ایک جگر دوز چبھ نکل رہا اور وہ بیہوش ہو کر وہیں زمین کے
پامان پر گر پڑی۔

باب ۵۷ بھوتوں والا مکان۔ پہلا نظارہ

واقعہ پیش آمدہ کی توضیح کے لئے ضروری ہے کہ ہم اپنی داستان کا سلسلہ پھر ایک بار کچھ
عرصہ پہلے سے شروع کریں۔

سینٹفورڈ سٹریٹ اور بلیک فرایز روڈ کے مقام اتصال پر تین شکستہ اور تباہ حال
مکانات واقع ہیں جن کی ظاہری صورت سے معلوم ہوتا ہے کہ ان میں کبھی آگ لگی تھی
اور اس سے یہ حالت ہو گئی ہے لیکن حقیقت میں یہ سب اثرات زمانہ اور اس بات کا نتیجہ
ہیں کہ کوئی ان کا خبر گہراں نہیں۔ دیواریں گرو و فبار اور آندھی بارش کی وجہ سے سیاہ
ہو گئی ہیں۔ اور کھڑکیوں کی حالت دیکھ کر صاف معلوم ہوتا ہے کہ ان کا ہر ایک شیشہ جدا
طور پر آوارہ گرد لڑکوں یا شریر نفس لوگوں نے ماہ چلتے پتھر مار کر توڑا ہے بعض حصوں میں
شیشہ کے ٹکڑے باقی ہیں۔ ان کی صورت سے ظاہر ہوتا ہے کہ شغافی ان میں کبھی موجود
ہی نہ تھے بلکہ انہیں تیاری کے وقت ہی سیاہ بنایا گیا تھا۔ پھر جھلی جھلی جو کئی مقامات پر لگی
ہوئی ہے۔ وہ اتنی سیاہ ہے کہ گویا کسی کارخانہ یا دفائی جہاز کے دودکش سے دھواں نکل
نکل کر اسے اپنی رنگت دیتا رہا ہو۔

گذشتہ ۲۰ سال سے یہ تینوں مکانات اسی کس میری کی حالت میں پڑے ہیں۔ اور قریباً ہر صدی کے عرصہ میں ببادی اور زوال ان میں اپنے اثرات نمایاں کرتے رہے ہیں۔ یہ بات کہ کبھی ان مکانات میں بھی لوگ بستے تھے اس طرح ثابت ہوتی ہے۔ کہ ان جھلیوں کو کھولنے کے لئے جمع رسید سے کام لیا جاتا تھا۔ وہ اب تک موجود ہیں۔ اگرچہ مرھمانہ سے ان کی رنگت دکھائی نہیں دیتی۔ بعض جھلیاں کھلی ہیں اور بعض بند۔ مگر سب کی سب اس قدر سیاہ ہیں کہ بادی النظر میں کسی کو اس کا یقین نہیں ہو سکتا۔ کہ ان کی رنگت کبھی سپید ہوا کرتی تھی۔ یہ باتیں کہ کبھی ان مکانات میں بھی ہمارے جیسے لوگ آباد تھے۔ ان کے آئندہ افوں میں بھی خوشگوار آگ جلتی تھی ان کی کھڑکیوں سے بھی روشنی کی مشامیں نمودار ہوتی تھیں اور خوش و غورم بچوں کی ہنسی تہنہ کی آوازیں کبھی ان مکانات کے اندر بھی گونجتی تھیں۔ اعلیٰ ظاہری صورت کو دیکھنے کے بعد ہر شخص کے دل میں سخت رنج و انوس پیدا کرنے کا موجب ہوتی ہیں۔

تینوں مکان اس وقت بربادی کی حالت میں ہیں اور ان کا وجود اس تمام بازار کے لئے باعث مذمت ہے۔ ان کی صورت مجموعی طور پر ایسی ہے کہ کہنے ہی معبوط دل کا آدمی ہو۔ انہیں دیکھ کر اسے افسردگی محسوس ہونا قدرتی سمجھا جاسکتا ہے۔

باہر دیہات میں یا کسی پہاڑی کی چوٹی پر کسی عمارت کے کھنڈر موجود ہوں تو انہیں دیکھ کر دل میں رنج و یاس کی بجائے خرت کا احساس پیدا ہوتا ہے۔ کیونکہ ان کی شکستہ دیواروں پر کافی اگنے لگتی ہے۔ اس پاس تھماریں اور بھولوں کے اگ آنے سے ان کی تباہ حالی ایک دلغری اختیار کر لیتی ہے۔ لیکن جس وقت موسم گرما میں آفتاب کی طلائی کرنیں کسی آباد شہر کے وسط میں کسی شکستہ مکان کی سیاہ دیواروں اور ٹوٹی ہوئی کھڑکیوں تک پہنچتی ہیں ... اس مکان کی دیواروں اور کھڑکیوں پر جس کے اس پاس کئی اور آباد مکانات واقع ہوں۔ تو اس کا اثر حد درجہ خوفناک اور یاس آمیز ہوتا ہے۔

ایسا ہی آخر ان تین مکانات کو دیکھ کر دل پر ہوتا ہے جو سیٹھ فورڈ سٹریٹ میں واقع ہیں اس میں شکستہ یا نادر بجائے خود زیادہ بارونی نہیں ہے۔ بلکہ ان میں وہ تمام سڑک جو ایک فلائرز روڈ اور دارو روڈ کے درمیان واقع ہے۔ دیکھنے میں نہایت تاریک و درناخوشگوار ہے۔ تمام مکانات کی دیواریں تاریک اور کھڑکیاں اس سلمان دلغری سے محروم ہیں۔ جو ان مکانات کی خصوصیت سمجھا جاتا ہے جس میں امرا آباد ہوں۔ کہ کسی

کے اندر اس قسم کے خوش رنگ پردے نظر آتے ہیں۔ جو شیشیل حصہ شہر کے مکانات کا لازماً نہیں۔ یہ سب کچھ جمع ہے لیکن اگر کسی بارون کا بازار میں انتہائی بڑے رونق کا کوئی مقام ہو سکتا ہے۔ تو یقیناً یہ تو ان مکانات ایسے ہیں جن کا ہم ذکر کر رہے ہیں۔

سیٹھ غورڈھ سٹریٹ کے باشندوں کی عام حالت یہ ہے کہ ان کا کوئی مکان یا حصہ مکان خالی ہو تو وہ بغیر کسی چارچ پڑناں کے ہر شخص کو جو کرایہ دار کی حیثیت میں ان کے پاس جائے دینے کو آمادہ ہو جاتے ہیں۔ لیکن اس کے باوجود کرایہ داروں کی کمی کا ثبوت ان بے شمار اشتہاروں سے مل سکتا ہے۔ جو اس بازار کے مکانات کی کھڑکیوں میں بدیں مطلب آویزاں نظر آتے ہیں کہ ”یہ مکان مع ساز و سامان کرایہ کے لئے خالی ہے۔“

بات میں بات نکل آتی ہے۔ کوئی شخص ان اشتہاروں کو نظر غور سے دیکھے تو ان کا مطالعہ بچائے خود دلچسپی سے خالی نہیں ہوتا۔ کہیں تو اس قسم کے اشتہارات نفیس زانہ خط میں اس قدر ہارک لفظوں میں لکھے ہوئے نظر آتے ہیں کہ پڑھنے والے کو ان کا معنوں جاننے کے لئے بالکل قریب پہنچنا پڑتا ہے۔ اور کئی ایسے بھی ہیں کہ حروف موٹے خط کھینچا اور چھوٹے سے چھوٹے لفظ کے بجائے جی غلط نظر آتے ہیں۔ ان کے علاوہ بعض مقامات پر چھپے ہوئے اشتہارات بھی چسپاں دیکھے جاتے ہیں۔ جن کی نسبت یہ جانا دشوار نہیں۔ کہ مالک مکان نے انہیں بازار نیوٹ میں پھیل کی دوکان سے خرید کے چسپاں کیا ہے۔

مختصر یہ کہ اس بازار میں نصف سے زیادہ مکان ہر وقت کرایہ کے لئے خالی نظر آتے ہیں۔ اور جن میں لوگ آباد ہیں ان میں بھی مالکوں کو کرایہ داروں سے کرایہ وصول کرنے میں کچھ کم وقت کا سامنا نہیں ہوتا۔ کبھی آپ کا صبح سویرے یا گھری شام کو اس بازار سے گزرنے کا اتفاق ہو۔ تو معلوم ہوگا کہ ہیرے مکانات کے آگے اسباب لیجانے والی گاڑیاں کھڑی ہیں کیونکہ اس بازار کے لوگوں میں کرایہ کا سامان اڑانے جانے کی عادت عام ہے۔

لیکن سیٹھ غورڈھ سٹریٹ کے رہنے والوں اور کرایہ داروں کی ابتر حالت کا اندازہ کرنے کے لئے بازار کے آس پاس کافی نہیں اور کبھی موجود ہیں۔ ٹیکس جمع کرنے والے کی صورت دیکھئے مکان داران یہ بد چہرہ بنائے نکلتا ہے اور کرایہ لمانہ ہونے کی وجہ سے ہمسائی آپ کا سلسلہ میں ایک تو یہاں آئے دن کی بات ہے۔ ریٹ کلکری کی حالت اس سے کئی طرح بہتر نہیں حرم۔ پریڈ روڈ کے تاجروں پر ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے سو جا کرتے ہیں کہ سیٹھ غورڈھ

سٹریٹ کی حالت کیسا کیا ہوتی جا رہی ہے کوئی شخص کسی کی ملاقات کے لئے آئے تو اسے مکان کے اندر ہی سے آواز دی جاتی ہے۔ کیونکہ ہر شخص قرق امین کے نمودار ہونے کے خوف سے دروازہ کھولتا بھاڑتا ہے۔ اور اس احتیاط کو اس حد انتہا تک پایا جاتا ہے کہ قصائی سے گوشت اور نابالی سے روٹی بھی لینی ہو۔ تو بند دروازہ میں سے ہی لے لی جاتی ہے۔ یہ حالت اس بازار کے رہنے والوں کی ہے۔ جس کا ہم ذکر کر رہے ہیں لیکن یہ سب جملہ معترضہ تھا کیونکہ ہمیں تو اس وقت اس بازار کے شکستہ مکانات ۱۰۰۰ یا دو کہنا چاہیے کہ ان میں سے ایک کا ذکر کرنا ہے۔

عروب آفتاب کے تھوڑی دیر بعد وادی بڑا دھول کی تنگ تاریک گلی سے نکل کر اس بازار میں داخل ہوئے اور وہ پاؤں چلے اس شکستہ مکان تک پہنچے جو مسیحی بازار کے مکان سے ملحق تھا۔ ان میں سے ایک لائے قد کا مضبوط اور خفاک صورت آدمی مجاہد کا ذکر ہم آگے چل کر زیادہ تفصیل کے ساتھ کرینگے۔ اس نے جیب سے کبھی نکالی اور اس ٹوٹے ہوئے مکان کا دروازہ کھولا اور جلدی سے اندر داخل ہو گیا پھر اس کا ساخی ڈرتا دڑتا اس کے اندر داخل ہوا۔ یہ بیان کرنا غالباً ضروری نہ ہوگا۔ کہ اندر جاتے پہلے انہوں نے اس بارہ میں دیکھ بھال کر لی تھی۔ کہ بازار میں کوئی آئینہ درندہ موجود نہیں۔ اور دروازہ بھی اس احتیاط کے ساتھ کھولا گیا کہ اسکی آواز پاس کے مکانات میں نہ پھیلے۔

ڈیڑھ گھنٹہ پہنچ کر اس خفاک صورت شخص نے کہا ”بڑے میاں اپنا نام میرے نام میں دو۔“ اس لئے کہ زمین ٹوٹا ہوا ہے۔ ایسا نہ ہو تم دو صرا دھڑک جاؤ۔۔۔ لیکن بخدا تم اس طرح کا پتہ کیوں ہو؟ میں تمہیں جہنم میں تو نہیں لے جا رہا ہوں۔“

”نہیں میرے دوست نہیں“ دوسرے نے گھبراہٹ کی حالت میں کہا ”تمہارے ہوتے ہوئے ڈر تو کسی بات کا ہے۔۔۔ فقط۔۔۔ یہ بات ہے کہ۔۔۔ یہاں ذرا۔۔۔ اذیت ہے۔“

”اندھیرا!“ اسی پہلے بدعاش نے خفاک ہنسی ہنستے ہوئے کہا۔ ”تم کی دو دھڑکتی ہو۔“ کہ اندھیرے میں ڈر لگتا ہے۔ اندھیرا قورات کے وقت بھی جگہ پڑتا ہے۔۔۔ ماں پرندہ کی بھوتوں کا ڈر ہے۔ اور یہ کہتے ہوئے وہ اپنے ساخی کو ہاتھ سے پکڑ کر تباہی نہیں کرکے تک گھسیٹتے ہوئے زمین کی راہ سے نیچے اُتارنے لگا۔ اور پھر اس حالت میں بولے۔

”تمہیں بھوتوں کا خوف ہے تو اطمینان رکھو یہاں نظر آجائیں گے۔ کیونکہ میں۔۔۔“

ایک جوان لڑکی کی روح جسے یہاں قتل کیا گیا تھا۔ اکثر آدمی رات کے وقت یہاں اپنے کفن میں پھرا کرتی ہے۔ اگرچہ خود میں نے اپنی عمر میں اسے کبھی نہیں دیکھا۔ اور اگر دیکھوں بھی تو مجھے اس کا خوف نہیں۔“

یہ الفاظ ارزاہ غنائی کہتے کہتے وہ بد معاش اپنے ساتھی کو زمین کے نچلے حصہ تک لے گئی تھا۔ وہاں اس نے ایک دیاسلمائی دیوار سے رگڑ کر جلائی۔ اور موم جی کا ایک ٹکڑا جیسے نکال کر اسے روشن کر لیا۔

پھر وہ آگے آگے چلتا باورچی خانہ کی طرف ہوا۔ اور اپنے بڑے ساتھی سے کہنے لگا ”تم بھی میرے پیچھے چلے آؤ۔“

یہ جگہ گود غبار سے اٹی ہوئی اور بالکل سیاہ تھی۔ چھت کو کچھ کرایا معلوم ہوتا تھا۔ کہ اسے کالے رنگ سے رنگا گیا ہے۔ اور فرش زمین کی مقامات پر شکستہ تھا۔ المایاں ٹوٹی ہوئی اور مکرٹی کے سیاہ جالے اتنے بڑے کہ کپڑے کے ٹکڑے معلوم ہونے لگے۔ چھت پر کونوں میں اور المایوں کے اندر آویزاں تھے۔ کچھ ٹکیوں کی بھلبلی بند اور اس پر بھروسے رنگ کا کاغذ بٹھا ہوا اس لیے چہاں کیا گیا تھا کہ شمع کی روشنی باہر نظر نہ آئے۔ مکرہ کے وسط میں ایک شکستہ میز تھی۔ دو کرسیاں نظر آ رہی تھیں مکرٹی کی بنی ہوئی، جو اثرات زمانہ سے بھی اب تک نہ ٹوٹی تھیں اور شراب کا ایک خالی پیسہ پیئر کے قریب الٹ کر رکھا ہوا جو شاید تیسری کرسی کا کام دیتا تھا۔

اب اس بد معاش نے موم جی کا ٹکڑا ایک بوتل کے منہ میں لگا دیا۔ اور میز کا دروازہ کھولا۔ ایک بوتل اور دو چھوٹے چھوٹے گلاس نکالے۔ خود اس اوندھے پیسہ پر بیٹھ کر اس نے اطمینان سے پائپ جلا یا۔ اور اس کا عمر رسیدہ ساتھی مضطرب اور لرزہ بر اندام ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔

ہمارے ناظرین شاید سمجھ گئے ہونگے۔ کہ یہ دونوں شخص علی الترتیب وٹیل باب اور ٹارز ہتھے۔ اگر ایسا ہے تو ان کا خیال نادرست نہیں۔

ان میں سے آخر الذکر سے وہ عرصہ دراز کے واقف ہیں۔ یہ وہی ٹارنر ہے جو کسی خانہ میں ایک شریف آدمی کی حیثیت سے اپنے مکان میں فراغت کی زندگی بسر کرتا تھا لیکن حرص۔ بے شرمی۔ گناہ اور جرم کا دور اختیار کر کے اب اس نوبت کو پہنچا ہے کہ وٹیل باب

جیسے بد معاش اس کے ساتھی ہیں۔ مگر دوسرا شخص یعنی اس کا ساتھی کسی قدر مفصل ذکر کا محتاج ہے۔ جیسا کہ جب تک ملی نے سفر رائٹر سے ذکر کرتے ہوئے کہا تھا۔ وہ نوع انسانی کو بنام کرنے والے بد معاشوں میں کیا بظاہر صورت اور کیا از روئے سیرت بدتریں مثال پیش کرتا تھا۔ لانا بقہ۔ بدن کسرتی اور مضبوط۔ اعصاب قوی عرض مجموعی طور پر شہر اور آدمی تھا۔ عمر اسکی ۳۹ سال کے قریب تھی۔ چہرہ اتنا بد صورت کہ دیکھ کر نفرت آتی تھی۔ اور موٹی اور لمبی سیاہ مونچھیں ٹھوڑی کے نیچے مل کر اسے اور زیادہ خوفناک بناتی تھیں۔ آنکھیں چھوٹی۔ سیاہ اور سانپ کی آنکھوں کی طرح تیز۔ گھبے دار بھوؤں کے نیچے وہ اور بھی چھوٹی معلوم ہوتی تھیں۔ ہونٹ قدرتی طور پر موٹے اور بے رنگ تھے۔ ناک چھوٹی اور پیچ میں دبی ہوئی اس کے چپے چمکے چہرہ کو زیادہ ہی بد نما بنا رہی تھی۔ کپڑے میلے اور سیاہ رنگ کے۔ سر پر چوڑے کنارے کی ٹوپی۔ پیشانی پر جھکی ہوئی۔ پاؤں میں بھاری فورٹ اور ماتھ میں ایک نہایت مضبوط ڈنڈا تھا جس کے ایک طرف بھاری موٹہ اور دوسری جانب بجنہ لوبا لگا ہوا تھا یہ اس کا سب سے زبردست ہتھیار تھا۔ اگرچہ اسے اس سے کام لینے کی بہت ہی کم ضرورت ہوتی تھی۔ کیونکہ جیسا پیشتر بیان کیا گیا عام طور پر وہ اس وحشیانہ طریق پر کام لیا کرتا تھا جس کا ذکر انگریزوں نے مسز رائٹر سے کر دیا تھا۔ اور جس کی وجہ سے اس کا نام ڈویل بنا مشہور ہوا۔

پولیس کے آدمی اس بد معاش کو اچھی طرح جانتے تھے۔ لیکن ان میں سے کسی کو اس پر مانتہ ڈالنے کی جرأت نہ تھی۔ اگر اس شخص کا ہتھیار اس کا ڈنڈا یا پستول ہی ہوتا تو پولیس کے لئے چنداں خوف کی بات نہ تھی۔ لیکن یہ جانتے ہوئے کہ مقابلہ کے وقت وہ ظالم منہ پر جلیتے ہوئے تیزاب کی شیشی الٹ کر اندھا کرنے سے دریغ نہیں کرتا کسی میں اسے گرفتار کرنے کی بہت نہ تھی۔ یہی وجہ تھی کہ جب پولیس کو اسکی کسی واردات کی خبر ملتی تو وہ اسے وہاں تلاش کرنے جاتے تھے جہاں سمجھتے تھے کہ وہ ہرگز نہیں ملیگا۔ اور اگر کبھی اتفاق سے وہ انہیں شہر کے حصہ سرے کی کسی گلی یا بازار میں چلتا نظر آ جاتا جہاں وہ بالعموم راکڑا تھا۔ تو یہ اس وقت تک کہ وہ اطمینان سے گزر جائے یا کوئی دکان میں رکھی ہوئی قسویہ کو دیکھنے لگتے یا یونہی آسمان کی طرف منہ اٹھا بیٹے۔ بہر حال وہ یہ ظاہر کرتے کہ انہوں نے اسے دیکھا نہیں۔

خود و ڈریل باب اچھی طرح جانتا تھا کہ پولیس کے آدمی مجھ سے خوف کھاتے ہیں لیکن اس کے باوجود وہ سمجھتا تھا کہ ہر کلبہ میں اسٹےٹسٹےٹسٹے ضرور ہوتا ہے۔ اور کیا عجب پولیس کے آدمیوں میں بھی کوئی کسی وقت اپنی جان کی پروا نہ کر کے حملہ کر دے۔ پس اہلکاران پولیس کی طرف سے بے خوف ہونے کے باوجود وہ بے فکر نہ تھا۔ اور یہی وجہ تھی کہ جب کبھی وہ کوئی وارنٹ کرتا۔ تو اس وقت تک اس مکان میں چھپا رہتا تھے کہ تحقیقات اور تفتیش کا جھگڑا طے ہو چکا۔

یہ شخص تھا جو اس وقت ٹرانز کو ساتھ لئے اس مکان میں داخل ہوا۔ جن حالات میں ان دونوں کی اول مرتبہ ایک دوسرے سے شناسائی ہوئی ان کا علم ناظرین کو اس گفتگو سے ہو جائے گا جو اس وقت ہوئی جب وہ دونوں اس شکستہ مکان کے باورچی خانہ میں بیٹھ گئے۔

”شکر ہے ہم یہاں بحفاظت پہنچ گئے“ ڈریل باب نے اپنے مسکن پائپ کے زردار کش لگاتے ہوئے کہا ”اور بھوتوں کی قسم۔ ایسا مزیدار سودا میں نے کبھی عمر بھر میں نہیں کیا تھا۔ اتنی بڑی رقم اور اس آسانی کے ساتھ مل جائے۔۔۔“

”تمہارا مطلب اپنے حصہ یعنی ۲ ہزار سات پونڈ سے ہے“ ٹرانز نے اپنے ساتھی کی طرف فکر کی نظر سے دیکھتے ہوئے کہا۔ گویا وہ اسکی زبانی اس بات کا یقین حاصل کرنا چاہتا تھا کہ اس رقم سے اسے زیادہ نہیں تو نصف ضرور مل جائے گی۔

”ماہ!“ وہ بد معاش لا پرواہی سے کہنے لگا۔ اور اس کے ساتھ ہی اس نے کالے رنگ کی بوتل سے برآمدی کی کچھ مقدار دونوں گلاسوں میں ڈالی۔ ”تم اسے تو پو“ اور پھر اپنا گلاس ایک ہی بار منہ کو لگا کر ختم کرنے کے بعد وہ ڈرٹک کر بولا ”بڑھے میاں یہ سودا بڑا ہی امزیدار رہا۔ اور سچ پوچھ تو خوش نصیبی تھی کہ میں اسی مکان کے دوسرے حصہ میں رہتا تھا جہاں میں نے تمہیں پوچھ دیا۔ رہنے کے بعد رو سے کراہتے دیکھا۔ پھر یہ کیا کہ خوش نصیبی بھی۔ کہ تم نے میرے مستشار پر رفتہ رفتہ سارے حالات بیان کر دیے۔ اگرچہ پہلے تم مجھے اپنا ساز دار بنانے میں جھجکتے تھے۔ بہت دیر تو میں تمہیں بڈلم کے پاگل خانہ سے بھاگا ہوا دیوانہ ہی سمجھتا رہا۔ کیونکہ یہ بات عملی طور پر بعید از فہم تھی کہ تمہارے جیسے شخص کے پاس جو ایک دن میں اس قدر مملکت کی زندگی بسر کرتا ہو۔ آسانال کیونکر ہو سکتا ہے۔“

”لیکن آخر کار تم نے مان لیا کہ جو کچھ میں کہہ رہا تھا وہ غلط نہیں،“ ٹارنر نے محض اپنے ساتھی کو خوش کرنے کی نیت سے اس گفتگو میں حصہ لیتے ہوئے کہا۔

”اچھا ہوا کہ میں نے مان لیا،“ وینٹرل باب نے کہا اور پھر اپنی برص کی جیبوں کو پر معنی طریق پر ڈانڈ لگا کر وہ کہنے لگا۔ ”اور اب تو میرے پاس اس کا ثبوت موجود ہے۔ کہ تم نے جھوٹ ہمیں کہا تھا۔ لیکن میرے دوست میری مدد کے بغیر تم کیا خاک کر سکتے تھے۔“ زیادہ سے زیادہ وہیں تہ خانہ میں بیٹھ ہوئے اپنی قیمت کو رو یا کرتے۔ میں نے ہی تم سے کہا کہ اگر وہ بڑھیا لندن میں موجود ہے۔ تو چاہے کسی جگہ ہو۔ میں اسے ڈھونڈ لوں گا۔ تم نے اس کا جو حلیہ بیان کیا۔ اس کے بعد میرے جیسے تجربہ کار شخص کو غلط فہمی نہ ہو سکتی تھی۔ میں نے لندن کے مختلف حصوں میں اسے تلاش کیا۔ پر مزیداری دیکھو کہ معلوم ہو۔ وہ ہم سے بالکل قریب رہتی ہے۔ بھوتوں کی قسم۔ میں بیان نہیں کر سکتا۔ کل اسے قہوہ خانہ سے نکلنے دیکھ کر میرا دل کس طرح بلیوں اچھلنے لگا۔ مگر شاید تمہیں معلوم نہیں۔ میں نے یہ کیونکر دریافت کیا کہ وہ وہیں رہتی ہے۔“

”نہیں بچے معلوم نہیں“ ٹارنر نے اپنے ساتھی کو اس انداز سے اپنی طرف دیکھتے ہوئے جان کر کہا جس کا مطلب یہ تھا۔ کہ تم مجھ سے اس بارہ میں مزید حالات دریافت کرو۔“

”تو بھلا میرے جیسے شخص کے لئے یہ مشکل کام تھا؟ اس بد معاش نے خوش ہو کر کہا۔ جس وقت میں نے اس بڑھیا کو قہوہ خانہ سے نکلنے دیکھا۔ تو میں اپنی جالی پگ فیصد پال کے پاس گیا۔ اور اس سے کہا۔ تم اس قہوہ خانہ میں جا کر قوش اور چائے طلب کرتا اور اس وقت تک وہاں رہنا ہے کہ معلوم کر لو وہ بڑھیا وہیں رہتی ہے یا نہیں۔ اس کے ساتھ ہی میں نے پالی سے کہہ دیا تھا کہ جو کچھ معلوم کرنا ہو اپنی سیانیت سے کرنا کسی سے پوچھنا نہیں۔ کہ ابنا نہ ہو کہ لوگوں میں شہید پیدا ہو جائے۔ خیر اس لڑکی نے اسی طرح کیا۔ جیسے میں نے کہا تھا۔ اور بہت دیر وہاں انتظار کرتی رہی۔ اس نے تین بار چائے اور چار بار کھن دار قوش طلب کیا۔ اور آخر اس وقت اس نے بڑھیا کو قہوہ خانہ میں داخل ہونے دیکھا مالک مکان نے بڑھیا سے مخاطب ہو کر کہا تسنر مار ٹیمر یہ لو تہاری کچی ہے۔“ اس پر وہ عورت جس کا نام بٹلر تسنر مار ٹیمر ہے اپنے کمرہ کی طرف چلی گئی اور پگ فیصد پال

اس کی جیل سے میرے پاس آئی۔ اب میرے لئے یہ اندازہ لگانا مشکل نہ تھا۔ کہ شکار و ام میں ہے اور آخر یہ تجربہ بھی میں نے ہی تمہارے سامنے پیش کی کہ صبح جب وہ بڑھیا قہو خانہ سے چلی جائے۔ تو ہم پولیس کے آفسرین کو وارنٹ خانہ تلاشی کے بہانہ سے اس کے کمرہ میں جائیں اور وہ یہ نکال لائیں۔“

”جے شک یہ سب مجھے معلوم ہے۔“ ٹارنر نے کہا۔ اگرچہ دل میں وہ نہایت خوفزدہ تھا۔ مبادا یہ شخص اس بنا پر کہ اس کام میں تکلیف کا بڑا حصہ میں نے لیا ہے روپیہ کے بڑے حصے کا بھی دعویٰ کرے۔ ان باتوں کو دہرانے کی ضرورت نہیں۔ مگر یہ بتاؤ ہمیں کب تک یہاں رہنا ہوگا؟ بچے بہت جلدی ہے۔ اور میں چاہتا ہوں اس روپیہ کا جو دراصل میرا تھا مناسب اور مساوی حصہ لیکر جبکہ جلد ممکن ہو یہاں سے چلا جاؤں۔۔۔“

”تمہارا اپنا“ ڈیٹرل باب نے ازراہ نفخیک ہنستے ہوئے کہا۔ کیا یہ روپیہ اس وقت تمہارا اپنا تھا۔ جب اماں باپ میرے اسے اپنے صندوق میں مقفل کر رکھا تھا؟ اور پھر دوسرا سوال یہ ہے کہ اتنا روپیہ تمہارے ہاتھ کیسے آیا؟ یقیناً یہ تمہارا اپنا کمایا ہوا روپیہ نہیں کہ اسکی میں قسم کھا سکتا ہوں۔ کہ تمہارے جیسے مفلوک الحال شخص کے پاس جو ایسی ذرا حالت میں رہتا ہو جس میں تم رہتے تھے۔ چھ ہزار پونڈ کے قریب روپیہ جائز کمائی کا ہونا قطعاً غیر ممکن ہے۔ لیکن میری بات سے یہ روپیہ تمہارا کمایا ہوا ہو یا نہ ہو میں اس بحث میں پڑنا نہیں چاہتا۔ میرا اصول تو یہ ہے۔ کہ نہ غیر ضروری سوال کرتا ہوں چھٹے اور نہ جھوٹی باتیں کہنے۔ بہر حال یہ بات یقینی ہے کہ روپیہ اب میرے پاس ہے۔۔۔“

”لیکن۔۔۔ مگر۔۔۔ یقیناً میرے دوست۔۔۔ تم نے۔۔۔“ ٹارنر نے اس خیال سے سخت پریشاں ہو کر کہ سب کچھ کرنے کے بعد بھی میں مفلس کا مفلس ہی رہا کرتے رکھتے کہا۔ ”پھر وہی لیکن اور مگر کی بیہودہ گداز“ ڈیٹرل باب نے حقارت آمیز لہجہ میں قطع کلام کرتے ہوئے کہا اور پھر اپنے پائپ میں اور تبا کو ڈال کر اور اسے سلگا کر وہ کہنے لگا۔ ”میں دیکھتا ہوں جب سے ہم آف قہو خانہ سے روپیہ اڑایا۔ اس وقت سے تم سخت بے قرار ہو۔ جاننے تم نے اپنے بال و حوصہ میں سفید کئے ہیں کہ اتنا نہیں سوچتے ایسے موقعوں پر انسان کو خبر و تحمل اور دور اندیشی سے کام لینا چاہیے۔ ظاہر ہے کہ وہ بڑھیا روپیہ کے ہاتھ سے نکل جانے پر کبھی نہ بیٹھ گی۔ اس لئے میں نے ضروری سمجھا کہ ہم کچھ عرصہ روپوش رہیں

تو اچھا ہے۔ اسی وجہ سے میں نے دن بھر تھیں منٹ کے ایک شراب خانہ میں اپنے ساتھ چھپائے رکھا۔ اور اسی لئے اب یہاں لایا ہوں۔ اب ہم دونوں یہاں ہر طرح محفوظ ہیں کیونکہ صرف پگ فیسڈ پل، جیک رلی اور ایک دو اور ذاتی فستوں کے سوا کسی کو معلوم نہیں کہ خطرہ کے وقت میں یہاں آکر چھپا کرتا ہوں۔ اور ان کی طرف سے افشائے راز کا اندیشہ نہیں۔ بخلاف انہیں پگ فیسڈ دیکھ کر کہ میں شام کو اس کے مکان پر نہیں گیا تھوڑی دیر تک ضرور میری تلاش میں یہاں آئے گی۔ اور اپنے ساتھ خوراک کی چیزوں کی ٹوکری لائے گی۔ اس لئے امید رکھو تھوڑی دیر تک ہم فرے سے کھانا کھا لیں گے۔ اس وقت تک خوب پیو۔۔۔ میرے پیار پیٹے کیوں نہیں۔“

یہ کہتے ہوئے اس بد معاش نے اپنا گلاس بھرا ایک بار پر کیا اور برانڈی کی بوتل نیلی کچلی میز پر ٹارنر کی طرف بڑھا دی مگر اس نے اسے چھو بھی نہیں۔ کیونکہ اس کا گلاس ابھی تک آدھا پُر تھا۔ اور اس کے دل میں خوف کا کچھ ایسا احساس پیدا ہو رہا تھا کہ اسے اپنا دماغ چکر میں اور اس فحش معلوم ہوتے تھے۔

اس وقت وہ ایک گمراہ روئے یارزد ونگار بڑھا آدمی ایک ایسے شخص کے اختیار میں تھا جس کی نسبت وہ ابھی طرح جانتا تھا کہ نہایت خطرناک بد معاش ہے لیکن جس کے ساتھ اس نے اپنے کھوسے ہوئے روپیہ جس سے بہت نہیں تو ادھار ہی وصول کرنے کی امید سے یاراندگانٹھا تھا۔ وہی روپیہ جس کے حصول میں اس نے پہلے اپنے ہاتھ خون سے رنگے تھے۔۔۔ وہ اس خطرناک بد معاش کے اختیار میں ایک ایسے مقام پر تھا جس کی صورت کسی نہایت مضبوط دل کے آدمی کو اندر دہ اور محسوس بنانے کے لئے کافی تھی۔ اس جیسے نیم مردہ شخص پر تو اس کا جو بھی اثر ہو کم ہے۔۔۔ وہ اس شخص کے اختیار میں قہر سے شیطان بصورت انسان کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔ اور وہ بھی ایک ایسے سنگستہ اور برباد مکان میں جس کی نسبت اسکے خوفناک رفیق نے بعض توہمات بیان کئے تھے جو اس کے دماغ کو وہ بالا کرنے والے تھے۔۔۔ وہ ایک دیو جہم کے اختیار میں اور ایک ایسے مکان پر تھا جس کی نسبت ان صورت شمع کی اس رخصتی روشنی میں جو تاریک کمرے کے اندر چھلکا رہی تھی اور زیادہ بہ خوف نظر آتی تھی۔

”کس سوچ میں ہو؟ اور پیٹے کیوں نہیں؟“ یہ الفاظ سننے والوں نے یکایک ٹارنر کے

اور اب انتہائے یاس سے اُس کی آواز پہلے سے بلند تر ہو گئی تھی۔

”حق چپ رہ!“ ڈریل باب نے میز کے گرد گھوم کر بڑھے کو گلے سے پکڑتے ہوئے کہا۔
مگر ٹارنر میں اس وقت جوش کی وجہ سے غیر معمولی توانائی آچلی تھی۔ جو خود ڈریل باب کے لئے جہت خیز ثابت ہوئی۔ اس کی گرفت سے نکل کر وہ مار ڈالا ”مار ڈالا“ چلاتا ہوا دروازہ کی طرف لپکا۔

تیرا ستیاناس ہوا ”باب نے گرج کر کہا اور وہ بھی شیر کی تنہی اور پھرنی کے ساتھ اس کا وار کرنے دوڑا۔

”مار ڈالا“ ایک بار پھر خوف زدہ ٹارنر نے پلٹ کر کہا اور اس کے بعد اس کے دو پہلوں پر ریت نے اُسے اٹھا کر بڑے زور سے دیوار کے ساتھ دسے مارا۔

فرش زمین پر گر کر وہ درد سے کراہنے لگا۔ مگر ڈریل باب جو چاہتا تھا اسے منہ سے کوئی آواز نہ نکلے۔ اس بد نصیب کے سب سے بڑے بدن پر دونوں پاؤں رکھ کر کھڑا ہو گیا ٹارنر اس کے بوجھ کے نیچے دب کر ترپنے لگا۔

ایک دو بار ہلکے اور دردناک لفظوں میں ”رحم! رحم!“ کی آواز سنائی دی۔ لیکن اس خوفناک بدماش پر اس کا کیا اثر ہوتا تھا۔ اس نے اپنے بوٹ کی ایڑی سے بڑھے کا منہ زور سے دبا اور چند منٹ کے عرصہ میں اس کا کام تمام کر دیا۔

اب ڈریل باب اس خوفناک یان بکھ میں تہہ تھا۔ اور اس سے چند قدم کے فاصلے پر اس شخص کی لاش پڑی تھی جسے اس نے نچل کر اتنا بد صورت کر دیا کہ صورت بھی پہچانی نہ جاتی تھی۔

اس فعل شنیع سے فارغ ہوئے اُسے ایک دو منٹ ہی گزرے تھے کہ اس قسم کی آواز آئی جیسی کسی نے شرک سے کنکرائی ہوئی باورچی خانہ کی کھڑکی پر پھینکے ہوں۔ اس اشارہ سے ڈریل باب کے خوفناک چہرہ پر اطمینان اور مسرت کی جھلک نمودار ہو گئی۔ کہنے لگا یقیناً یہ پگ فیڈ پال کی آمد ہے۔ اور پھر کان لگا کر سننے لگا۔

اس کے لمحہ بعد پھر ایسی ہی آواز آئی۔ اور اب ڈریل باب جس کے دل میں ذرا سا شہ

بھی باقی نہیں رہا تھا نہ بہتر پرچہ حکم صدر دروازہ کھولنے چلا۔

سلسلہ ثانی کی میسویں جلد ختم ہوئی

ضروری علاج ڈاکٹریس کے برین کے دوائی قیمت میں ہر وہ زندگی ہی کیا

جس سے ایک دس کروڑ فائدہ نہ پہنچ سکے !

سی مقدار پر ڈاکٹر برین کی دوائی نہیں ہیں بستی بستی میں اور نول نامہ پہنچاؤ میں ہی ہر
کے ایک سے زیادہ ہستی اور فائدہ مند ثابت ہوئیں۔

اس کارخانہ کا آغاز ۱۹۸۸ء میں ہوا جسے یہ سوداں مل جا رہا ہے پہلے عرق کا
جاد کیا گیا اور نفع کا خیال نہ کر کے قیمت محض پر رائے نام صرف ۴ روپے رکھی گئی۔ اسکی مذکورہ بالا
دول کی سچائی خود عرق کا فائدہ کر رہا ہے

جنگ یورپ کے سبب ۱۹۱۴ء سے قیمت امدادیات بہت بڑھ گئیں یعنی چوٹی آٹھ گنی گئیں اور
دواؤں کا نام ہی دشوار ہو گیا۔ دیگر کارخانہ جات نے اپنے دوائی کی قیمت جسمی بڑا دی تھی مگر
مندر جب بالا دشواروں اور دشوار دیکھا سامنا صرف اس امید پر کرتا رہا کہ بعد جنگ پھر وہی سابق قیمت
دوائی کی ہو جائیگی۔ مگر افسوس کہ ہنوز وہی گرانی موجود ہے۔

اسلئے میں لاچار ہو کر اپنے ہماروں قدر مالک ایجنٹوں اور غریبوں کو نہایت فہم
کے ساتھ یہ علاج دینے پر مجبور ہوا ہوں کہ نیا نیا ۸ نومبر ۱۹۸۸ء سے پینٹ دوائی قیمت کچھ
بڑا دینا پڑی جو ہنوز موجودہ قیمت سے کم ہے۔

تفصیل ادویات مع قیمت

نام دوا	قیمت	نام دوا	قیمت
عرق کا فوڑ	۱۰	بخار کی دوا (خورو)	۱۰
دھند کی دوا	۱۰	سالمہ	۱۰
بخار کی دوا (کلان)	۱۰	پنٹی لائن	۱۰

قیمت	نام دوا	قیمت	نام دوا
۱۲	عرق پودینہ	۴	پہانا سوزاک
۱۲	کلورڈائن	۴	گرمی آنک
۱۲	لال تھربٹ	۴	سکڑاٹک
۱۲	خارشٹ کھلی کی دوا	۴	کھنکھن کے کھانکی دوا
۱۲	امراض مستورات کی دوا	۶	کھنکھن کے کھانکی دوا
۱۲	امراض دندان	۴	بین بیلہ
۱۲	پیپرینٹ کاسٹ	۴	کھانسی کی دوا (رہی)
۱۲	روغن پیپرینٹ	۱۰	کھانسی کی دوا (چھوٹی)
۱۲	روغن رینڈی	۶	کان پیٹنے کی دوا
۱۲	روغن صندل	۶	دار کا مرہم
۱۲	روغن اجوائن	۸	زخم کا مرہم
۱۲	روغن سونچہ یا ادک	۲	زخم دہن کی کھنک
۱۲	روغن سولف	۴	مقوی گولیاں
۱۲	روغن دارہی	۱۰	پرانے طیر یا بخار کی گولیاں
۱۲	روغن لوگ	۴	بدبھنی و بدبھنی کے دست
۱۲	روغن لیمبہ	۱۲	کونین کی کھنک
۱۲	روغن الہی	۱۲	در دس کی دوا
۱۲	لیونڈر	۹	صلا ب کی گولیاں
۱۲	منو کا بکس	۴	طاعون کی گولیاں (رہی ڈوبیہ)
۱۲	تھرمیٹر (اگر نیکی) اردو کا	۱۲	ایضاً (دھوٹی ڈوبیہ)

المشکل : ڈاکٹر کے برنہ متاخذت سیر

(جانب سیم پریس لاہور میں مہتمم لالہ ایشور داس پرنٹر چھپا)

